\MD ASADULLAH\Downloads\Naqueeb 11-6-2018.inp 16-06-2018 00:09 PAGE 1 (1,1)

امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار نقیب

پھلواری شریف، پٹنہ

مدیر

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

معاون

مولانا رضوان احمد ندوی

جلد نمبر 56/66 شمارہ نمبر 24 مورخہ ۲۵ر رمضان المبارک ۱۴۳۹ھ مطابق ۱۱رجون ۲۰۱۸ء روز سوموار

اس شمارہ میں

■ اللہ کی باتیں، رسول اللہ کی باتیں
■ دینی مسائل
■ عید مبارک ہو
■ نقوش تاباں
■ سمجھے بغیر قرآن پڑھنا
■ عیدالفطر؛ نمازشکر
■ مسلمانوں کے بڑھتی نفرت......
■ عیدالفطر عطیۂ خداوندی

عیدالفطر - ایک اسلامی تہوار

حضرت مولانامفتی محمد تقی عثمانی صاحب

اللہ جل شانہ نے اپنے فضل وکرم سے ہمیں رمضان المبارک عطا فرمایا اور اس مہینے کی برکتوں سے ہمیں نوازا، اور اس میں روزہ رکھنے اور تراویح پڑھنے کی توفیق عطا فرمائی، پھر اس مبارک مہینے کے اختتام پر اس مہینے کی انوار و برکات سے مستفید ہونے کی خوشی میں ''عیدالفطر'' عطا فرمائی، حدیث شریف میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ: فَرْحَةٌ عِنْدَ فِطْرِهِ وَفَرْحَةٌ حِيْنَ لِقَاءِ رَبِّهِ. (نسائی، کتاب الصیام، باب فضل الصیام) یعنی اللہ تعالیٰ نے روزہ دار کے لئے دو خوشیاں رکھی ہیں: ایک خوشی وہ ہے، جو افطار کے وقت حاصل ہوتی ہے اور دوسری خوشی اس وقت حاصل ہوگی، جب وہ قیامت کے روز اپنے پروردگار سے ملاقات کرے گا۔ اصل خوشی تو وہی ہے جو آخرت میں اللہ تعالیٰ سے ملاقات کے وقت نصیب ہوگی، ان شاء اللہ۔ اللہ تعالیٰ ہر صاحبِ ایمان کو یہ خوشی عطا فرمائے۔ (آمین)

لیکن اس آخرت کی خوشی کی تھوڑی سی جھلک اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں بھی رکھ دی ہے، یہ وہ خوشی ہے، جو افطار کے وقت حاصل ہوتی ہے، پھر یہ افطار دو قسم کے ہیں: ایک افطار وہ ہے، جو روزانہ رمضان میں روزہ کھولتے وقت ہوتا ہے، اس افطار کے وقت ہر روزہ دار کو خوشی حاصل ہوتی ہے۔ دیکھئے! سارے سال کھانے پینے میں اتنا لطف اور اتنی خوشی حاصل نہیں ہوتی جو لطف اور خوشی رمضان امبارک میں افطار کے وقت حاصل ہوتی ہے، ہر شخص اس کا تجربہ کرتا ہے۔ علماء کرام روزانہ کے اس افطار کو ''افطار اصغر'' کا نام دیتے ہیں اور دوسرا افطار وہ ہے، جو رمضان المبارک کے ختم پر ہوتا ہے، جس کے بعد عیدالفطر کی خوشی ہوتی ہے، اس کو ''افطار اکبر'' کہا جاتا ہے؛ اس لیے کہ پورے مہینے اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں روزۂ رکھنے اور اس کی بندگی اور عبادت کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ عید کے دن خوشی اور مسرت عطا فرماتے ہیں، یہ خوشی آخرت میں اللہ تعالیٰ سے ملاقات کے وقت حاصل ہونے والی خوشی کی ایک چھوٹی سی جھلک ہے، جو اللہ تعالیٰ نے عید کی شکل میں بندوں کو عطا فرمائی ہے اور یہ بھی اسلام کا نرالا انداز ہے کہ پورے سال میں صرف دو تہوار اور دو عیدیں مقرر کی گئی ہیں، جب کہ دنیا کے دوسرے مذاہب اور ملتوں میں سال کے دوران بہت سے تہوار منائے جاتے ہیں، عیسائیوں کے تہوار الگ ہیں، یہودیوں کے تہوار الگ ہیں، ہندوؤں کے تہوار الگ ہیں، لیکن اسلام نے صرف دو تہوار مقرر کئے ہیں، ایک عیدالفطر اور دوسرا عیدالاضحیٰ اور ان دونوں تہواروں کو منانے کے لئے جن دنوں کا انتخاب کیا گیا، وہ بھی دنیا سے نرالے ہیں، اگر آپ دوسرے مذاہب کے تہواروں پر غور کریں گے تو یہ نظر آئے گا کہ وہ لوگ ماضی میں پیش آنے والے کسی اہم واقعہ کی یادگار میں تہوار مناتے ہیں، مثلاً: عیسائی ۲۵ دسمبر کو ''کرسمس'' کا تہوار مناتے ہیں اور بقول ان کے یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کا دن ہے، حالانکہ تاریخی اعتبار سے یہ بات درست نہیں؛ لیکن انہوں نے اپنے طور پر یہ سمجھ لیا کہ ۲۵ دسمبر کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام دنیا میں تشریف لائے تھے، چنانچہ آپ کی پیدائش کی یاد میں انہوں نے ''کرسمس'' کے دن کو تہوار کے لئے مقرر کرلیا۔

جس دن حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اور بنی اسرائیل کو فرعون سے نجات ملی اور فرعون غرق ہوگیا اور موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو لے کر چلے گئے، اس دن کی یاد میں یہودی اپنا تہوار مناتے ہیں، ہندوؤں کے یہاں بھی جو تہوار ہیں، وہ بھی ماضی کے کسی نہ کسی واقعہ کی یاد میں منائے جاتے ہیں، جبکہ اسلام نے جو دو تہوار ''عیدالفطر'' اور ''عیدالاضحیٰ'' مقرر کیے ہیں، ماضی کا کوئی واقعہ اس دن کے ساتھ وابستہ نہیں، یکم شوال کو عیدالفطر منائی جاتی ہے اور دس ذی الحجہ کو عیدالاضحیٰ منائی جاتی ہے، ان دونوں تاریخوں میں کوئی واقعہ پیش نہیں آیا۔ اسلام نے نہ تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے دن کو عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ قرار دیا، نہ ہی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کرنے کے واقعہ کو ''عید'' کا دن قرار دیا اور جس دن مکہ مکرمہ فتح ہوا اور بیت اللہ کی چھت سے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اذان پہلی مرتبہ گونجی، اس دن کو بھی ''عید'' کا دن قرار نہیں دیا۔ اسلام کی پوری تاریخ اور خاص طور پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ ایسے واقعات سے مالا مال ہے، لیکن اسلام نے ان میں سے کسی واقعہ کو ''عید'' کا دن قرار نہیں دیا۔

جن ایام کو اسلام نے تہوار کے لئے مقرر فرمایا، ان کے ساتھ کوئی ایسا واقعہ وابستہ نہیں جو ماضی میں ایک مرتبہ پیش آکر ختم ہو چکا ہو، بلکہ اس کے بجائے ایسے خوشی کے واقعات کو تہوار کی بنیاد قرار دیا جو ہر سال پیش آتے ہیں اور ان کی خوشی میں عید منائی جاتی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے دونوں عیدیں ایسے موقع پر مقرر فرمائی ہیں جب مسلمان کسی عبادتکی تکمیل سے فارغ ہوتے ہیں، چنانچہ عیدالفطر رمضان کے گزرنے کے بعد رکھی ہے کہ میرے بندے پورے مہینے عبادت کے اندر مشغول رہے، پورے مہینے انہوں نے میری خاطر کھانا پینا چھوڑے رکھا، نفسانی خواہشات کو چھوڑے رکھا، اور پورا مہینہ عبادت کے اندر گزارا، اس کی خوشی اور انعام میں یہ عیدالفطر مقرر فرمائی۔ اور عیدالاضحیٰ ایسے موقع پر مقرر فرمائی جب مسلمان ایک دوسری عظیم عبادت یعنی حج کی تکمیل کرتے ہیں۔ اس لئے کہ حج کا سب سے بڑا رکن وقوف عرفہ ۹ر ذی الحجہ کو ادا کیا جاتا ہے، اس تاریخ کو پوری دنیا سے آئے ہوئے لاکھوں مسلمان میدانِ عرفات میں جمع ہوکر اللہ تعالیٰ کی عظیم عبادت کی تکمیل کرتے ہیں، اس عبادت کی تکمیل کے اگلے دن یعنی دس ذی الحجہ کو اللہ تعالیٰ نے دوسری عید مقرر فرمائی۔ اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے یہ سبق دیدیا کہ ماضی کے وہ واقعات جو ایک مرتبہ پیش آئے اور ختم ہوگئے، وہ واقعات تمہارے لئے عید کی بنیاد نہیں، بیشک تمہاری تاریخ ان واقعات سے جگمگا رہی ہے اور تمہیں ان پر فخر کرنے کا بھی حق پہنچتا ہے کہ تمہارے آباء واجداد نے یہ کارنامے انجام دیئے تھے، لیکن تمہارے لئے ان کا عمل کافی نہیں، تمہارے لئے تمہارا اپنا عمل ہونا ضروری ہے، کوئی شخص آخرت میں صرف اس بنیاد پر نجات نہیں پائے گا کہ میرے آباء واجداد نے اتنے بڑے کارنامے انجام دیئے تھے، بلکہ وہاں پر ہر آدمی کو اپنے عمل کا جواب دینا ہوگا۔ اقبال مرحوم نے خوب کہا کہ

تھے تو وہ آباء تمہارے مگر تم کیا ہو☆ ہاتھ پر ہاتھ دھرے منتظر فردا ہو

لہٰذا محض پرانے واقعات پر خوشی مناتے رہنا، صاحبِ ایمان کے لئے یہ کافی نہیں، بلکہ خود تمہیں اپنے عمل کو دیکھنا ہے، اگر تمہارے اپنے عمل کے اندر اچھائی ہے تو خوشی منانی ہے اور اگر برائی ہے تو رنج کرنا ہے اور ندامت کا اظہار کرنا ہے۔

بہر حال! یہ عیدالفطر خوشی منانے کا اور اسلامی تہوار کا پہلا دن ہے، حدیث میں اس کو ''یوم الجائزۃ'' بھی قرار دیا گیا ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے پورے مہینے کی عبادتوں پر انعام دیئے جانے کا دن ہے جو ''مغفرت'' کی شکل میں دیا جاتا ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جب رمضان المبارک کا مہینہ گزر جانے کے بعد عید کا دن آتا ہے تو اللہ تعالیٰ اصحابِ ایمان کی طرف اشارہ کرکے فرشتوں پر فخر فرماتے ہیں، اس لئے فخر فرماتے ہیں کہ جب حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا جارہا تھا تو ان فرشتوں نے اعتراض کیا تھا اور اللہ تعالیٰ سے عرض کیا تھا کہ: اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَآءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ. (سورۃ البقرہ، آیت: ۳۰) آپ مٹی کے اس پتلے کو پیدا کررہے ہیں جو زمین پر جاکر فساد پھیلائے گا اور خون ریزیاں کرے گا اور ایک دوسرے کے گلے کاٹے گا، اور ہم آپ کی تسبیح و تقدیس کے لئے کافی ہیں۔ جواب میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اِنِّیْ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ○ (سورۃ البقرۃ، آیت: ۳۰) میں اس مخلوق کے بارے میں وہ باتیں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔ میں جانتا ہوں کہ اس مخلوق کے اندر اگرچہ میں نے فساد کا مادہ بھی رکھا ہے، فساد پھیلانے کی بھی صلاحیت اس کے اندر موجود ہے، لیکن اس کے باوجود جب یہ مخلوق میرے حکم کی تعمیل کرے گی اور عبادت اور بندگی کرے گی تو یہ تم سے بھی آگے بڑھ جائے گی۔ کیونکہ تمہارے اندر میں نے فساد کا مادہ ہی نہیں رکھا، چنانچہ اگر تم گناہ کرنا بھی چاہو تو گناہ نہیں کرسکتے، نہ تم کو بھوک لگتی ہے، نہ تم کو پیاس لگتی ہے، نہ تمہارے دل میں جنسی اور نفسانی خواہشات پیدا ہوتے ہیں، تمہیں تو صرف اسی لئے پیدا کیا ہے کہ بس ''اللہ اللہ'' کرتے رہو اور اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کرتے رہو۔ لیکن اس انسان کو بھوک بھی لگے گی، پیاس بھی لگے گی، جنسی خواہشات بھی پیدا ہوں گے اور جب میں اس مخلوق سے یہ کہہ دوں گا کہ مت کھانا، جب میں اس سے کہہ دوں گا مت پینا تو اس حکم کے نتیجے میں انسان سارا دن اس طرح گزار دے گا کہ اندر سے پیاس لگ رہی ہوگی، فِرج میں ٹھنڈا پانی موجود ہوگا، کمرے میں دوسرا کوئی انسان دیکھنے والا نہیں ہوگا، لیکن اس کے باوجود صرف میرے ڈر سے اور میری عظمت کے خیال سے اور میرے حکم کی اطاعت میں یہ اپنے ہونٹوں کو خشک کئے ہوئے ہوگا۔ اس صفت کی وجہ سے یہ انسان تم سے ابھی آگے بڑھ جائے گا۔

بہر حال! عیدالفطر کے دن جب مسلمان عیدگاہ میں جمع ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ انہی فرشتوں کے سامنے جنہوں نے اعتراض کیا تھا، فخر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: اے میرے فرشتو! یہ ہیں میرے بندے جو عبادت میں لگے ہوئے ہیں، اور بتاؤ کہ جو مزدور اپنا کام پورا کرلے اس کو کیا صلہ ملنا چاہئے؟ جواب میں فرشتے فرماتے ہیں کہ جو مزدور اپنا کام پورا کرلے، اسکا صلہ یہ ہے کہ اس کو اس کی پوری پوری مزدوری دے دی جائے، اس میں کوئی کمی نہ کی جائے۔ اللہ تعالیٰ پھر فرشتوں سے فرماتے ہیں کہ یہ میرے بندے ہیں، میں نے رمضان کے مہینے میں ان کے ذمے ایک کام لگایا تھا کہ روزہ رکھیں اور میری خاطر کھانا پینا چھوڑ دیں اور اپنی خواہشات کو چھوڑ دیں۔ (بقیہ صفحہ ۹ر پر)

تبرکات

rs\MD ASADULLAH\Downloads\Naqueeb 11-6-2018.inp 16-06-2018 00:09 PAGE 2 (1,1)

اللہ کی باتیں ــــ رسول اللہ کی باتیں

مولانا رضوان احمد ندوی

انعام واکرام کا دن:

﴿اللہ کی بڑائی بیان کرو، اس پر کہ اللہ نے تم کو ہدایت دی اور جو نعمت تم کو عطا فرمائی ہے، اس پر شکریہ ادا کرو۔﴾ (سورۃ البقرہ:۱۸۵)

مطلب: اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایمان ویقین اور اسلام کی دولت سے نوازا اور صحت وتندرستی کی نعمت عطا کی، جس کے ذریعہ ہم اللہ کی عبادت وریاضت میں مشغول رہے، اپنے مالک کے سامنے سر جھکا کر اپنی کمی وکوتاہی کا اعتراف کرتے ہوئے معافی مانگی، رمضان کے مبارک مہینہ میں نماز وتلاوت کا اہتمام کیا، خواہشات کو قربان کیا اور روزہ کو اس کے آداب وسنن کے ساتھ رکھا، یہ سب چیزیں توفیق خداوندی سے حاصل ہوئیں، ورنہ ہمارے گاؤں اور محلّہ میں بہت سے لوگ رہتے ہیں، مگر کوئی بستر علالت پر پڑا ہوا ہے، روزہ رکھنے کی توفیق نہیں مل سکی، ایسے لوگ بھی تھے، جو صحت مند تھے، ماحول سازگار تھا، لیکن روزہ نہیں رکھا؛ اس لیے کہ اللہ نے اس کو توفیق ہی نہیں دی، اس کے بالمقابل اللہ نے ہم صحت مندوں کو ساری چیزیں اور ساتھ میں توفیق بھی عطا فرمائی، جس پر اللہ کی بڑائی بیان کرنا چاہیے، چنانچہ عید کا دن آتا ہے تو روزہ دار بندوں کا دل اللہ کی حمد اور اس کے ترانہ شکر سے لبریز ہوتا ہے، دماغ اعتماد اور بلندی کے احساس سے معمو ہوتا ہے اور خدا کے حضور دو رکعت شکرانے کی نماز ادا کرتا ہے، یہ شکرانہ ہے رمضان المبارک میں روزہ رکھنے کی توفیق حاصل ہونے کا اور یہی ہے عبدیت جو ایک مومن بندہ کو انعام کے طور پر ملتی ہے، حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ نے لکھا ہے کہ عید درحقیقت ایک قدرتی پھل ہے، رمضان کے درخت کا، اگر رمضان کا درخت نہیں ہے اور اس کی تمام خصوصیات کے ساتھ نہیں ہے، وہ درخت شاداب نہیں ہے اور اس درخت کی تمام جڑیں محفوظ نہیں ہیں تو اس درخت سے بھی پھل پیدا نہیں ہوسکتا اور اسے پھل کا کوئی استحقاق نہیں ہوسکتا، وہ شخص جو کوئی درخت نہ لگائے، اس درخت پر محنت نہ کرے اور اس کو پانی نہ دے، اس کو اس درخت کے پھل کھانے کا کوئی استحقاق نہیں ہے اور یہ اس کی خام خیالی ہے کہ بے درخت کے اس کو پھل مل جائیں گے، ایسے ہی رمضان کے بغیر عید کا کوئی استحقاق نہیں، بالکل یہ ایک غیر قدرتی، غیر اخلاقی چیز ہے، عید ہے رمضان کا ثمرہ، عید ہے رمضان کا انعام، عید ہے رمضان کے درخت کا آخری شگوفہ، درخت نہیں تو شگوفہ کیا؟ اور پھل کیا؟ اور پھول کیا؟ اس طریقے سے رمضان اور عید ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں، جیسے کہ جسم اور روح ایک دوسرے سے جڑی ہوئی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ عید رمضان کا انعام وصلہ ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ کی ایک مشہور حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب عید کا دن آتا ہے تو اللہ فخر ومباہات کے ساتھ روزہ داروں کی بڑائی اور تعریف فرشتوں سے کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے فرشتو! اس مزدور کا بدلہ کیا ہے جو اپنا کام پورا کر چکا ہو، فرشتے عرض کرتے ہیں: اے پروردگار! اسے پوری مزدوری دی جائے، اللہ فرماتے ہیں کہ اے فرشتو! میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے رمضان کے روزے رکھنے والوں اور قیام کرنے والوں کی خطاؤں اور گناہوں کو معاف کردیا، پھر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے مخاطب ہوکر فرماتے ہیں کہ لوٹ جاؤ میں نے تمہاری مغفرت کردی اور تمہارے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دیا، اس پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ لوگ عیدگاہ سے اس حالت میں واپس ہوتے ہیں کہ ان کی مغفرت ہوچکی ہوتی ہے، عید کی سب سے بڑی مسرت وخوشی خالق کائنات کا وہ انعام وصلہ ہے جس کی بشارت اس حدیث پاک میں دی گئی، اس لیے اس کی قدر کیجئے اور اللہ کی رضا وخوشنودی کو حاصل کرنے کی ہمہ وقت جدوجہد میں لگے رہے۔

معاف کردیجئے:

{محسن انسانیت سرورکونین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”وما زاد اللّٰہ رجلا بعفو إلا عزا“. (سنن ترمذی) اللہ تعالیٰ اس شخص کی عزت کو بڑھاتا ہے جو معاف کرتا ہے۔

وضاحت: لوگوں کی خطاؤں اور غلطیوں کو معاف کردینا انسانی اخلاق میں ایک بڑا درجہ رکھتا ہے؛ کیوں کہ اس کے ذریعہ دشمن بھی بسااوقات دوست ہوجاتے ہیں؛ اس لیے قرآن مجید میں لوگوں کی کوتاہیوں سے درگذر کرنے والوں کی بڑی تعریف کی گئی، سورہ آل عمران میں نیک لوگوں کی تعریف کرتے ہوئے اللہ جل شانہ نے ارشاد فرمایا کہ جو لوگ غصہ کو پیتے ہیں، لوگوں کو معاف کرتے ہیں اور اللہ اچھے کام کرنے والوں کو پیار کرتا ہے، لوگوں کو معاف کردینا ایک ایسی نیکی ہے جس کا بدلہ یہ ہے کہ اللہ بھی معاف کردینے والے بندہ کو معاف کردیتا ہے اور اس کے حق میں جنت کا فیصلہ فرمادیتا ہے، اصل معاف کردینا یہ ہے کہ جس وقت انسان کو بدلہ لینے کی طاقت حاصل ہو، اس وقت معاف کردینا اصل معاف کردینا، اس سے انسان کی بلندی کردار ظاہر ہوتی ہے، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ جو شخص تم پر غصہ کا اظہار کرے تم اس کے مقابلہ میں صبر سے کام لو، جو تمہارے ساتھ جہالت سے پیش آئے، تم اس کے ساتھ حلم وبردباری کا معاملہ کرو اور جس نے تمہیں ستایا، اس کو معاف کردو۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کسی نے برا کلام کیا تو آپ نے کہا کہ اگر تم اپنے کلام میں سچے ہو تو اللہ مجھے معاف فرمائے اور اگر تم نے جھوٹ کہا تو اللہ تمہیں معاف فرمائے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مکارم اخلاق کے بلند مرتبہ پر فائز تھے، آپ نے بھی کسی سے کوئی بدلہ نہیں لیا، اگر کسی نے آپ کو اذیت پہونچائی تو صبر وتحمل اور عفو ودرگذر سے کام لیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے بھی نہیں دیکھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات کے لیے بھی کسی کے ظلم کا بدلہ لیا ہو، البتہ اللہ کی حرمتوں میں سے کسی کی توہین ہوتی ہو تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کوئی غصہ کرنے والا شخص نہیں دیکھا۔

دینی مسائل

مفتی احتکام الحق قاسمی

عورتوں کا عیدگاہ جانا:

دور نبوی میں عورتیں جماعت میں شرکت کی غرض سے مسجد جایا کرتی تھیں اور نماز عید کے لیے عیدگاہ بھی جایا کرتی تھیں، آج عورتوں کو کیوں نہیں جانے دیا جاتا ہے؟

الجوابــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

حالات بدلنے سے بھی حکم بدل جاتا ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک دور میں عورتیں یقیناً جماعت میں شرکت کی غرض سے مسجد اور نماز عیدین کی ادائیگی کے لیے عیدگاہ جایا کرتی تھیں، کیوں کہ وہ دور تھا نزول قرآن کا، سراپا خیر ورحمت اور برکت کا، امن وعافیت اور تقویٰ وطہارت کا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانی اور پاکیزہ صحبت کی برکت سے عموماً لوگوں کی طبیعت میں پاکیزگی اور شرافت تھی، عورتوں میں بھی سادگی تھی، نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست احکام شرعیہ سیکھنے کے لیے مسجد ہی تعلیم وتعلم کا مرکز اور ذریعہ تھی، اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو مسجد اور عیدگاہ میں حاضری سے صراحۃً نہیں روکا، البتہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے اپنے گھر کے گوشہ میں عبادت کو پسندیدہ اور بہتر قرار دے کر شریعت کے مزاج و منشاء کو واضح فرمادیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”لا تمنعوا النساء کم المساجد و بیوتھن خیر لھن“ (سنن ابی داؤد/ ٨٤؛ کتاب الصلوٰۃ) یعنی عورتوں کو جماعت میں شریک ہونے کے لیے مسجدوں میں آنے سے مت روکو، ویسے ان کا گھر ہی ان کے نماز کے لیے بہتر جگہ ہے۔

ایک دوسری حدیث میں فرمایا: ”صلوٰۃ المرأۃ فی بیتھا أفضل من صلاتھا فی حجرتھا و صلاتھا فی مخدعھا أفضل من صلاتھا فی بیتھا(ابو داؤد: ١/ ٨٤؛ باب ما جاء فی خروج النساء إلی المسجد)“ یعنی عورت کا گھر (یعنی دالان) میں نماز پڑھنا گھر کے صحن میں نماز پڑھنے سے افضل ہے اور اس کا کوٹھری میں نماز پڑھنا اس کے کھلے مکان (یعنی دالان) میں نماز پڑھنے سے افضل ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حالات بدل گئے، عورتوں کی چال ڈھال اور زیب وزینت میں تبدیلی دیکھ کر ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ابتلائے فتنہ کا اندیشہ محسوس کیا اور فرمایا کہ عورتوں کی یہ حالت اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ملاحظہ فرمالیتے تو مسجد میں جانے سے ضرور روک دیتے۔

عن عائشة رضی اللہ عنها قالت: لو ادرك رسول اللہ صلی اللہ علیه و سلم ما احدث النساء لمنعهن كما منعت نساء بنی اسرائیل فقلت لعمرة او منعن قالت نعم۔(رواه البخاری باب خروج النساء الی المساجد باللیل و الغلس: ١/ ١٢٠)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جس دور میں حالات کی تھوڑی سی تبدیلی کی وجہ سے جماعت میں عورتوں کی حاضری کو ناپسند فرمایا، وہ یقیناً خیر القرون کا دور تھا، اور آج سے بہت بہتر ماحول تھا، لیکن آج جبکہ فحاشی و عریانی، بے حیائی وبے شرمی کا سیلاب ہے، عورتوں کے فیشن دن بدن ترقی پر ہیں، ہر طرف فساق وفجار اور عصمت وآبرو کے لٹیروں کا غلبہ ہے، روزانہ نئے نئے فتنے سر اٹھا رہے ہیں، ایسے پرفتن وپرآشوب ماحول میں عورتوں کو نماز عید کی ادائیگی کے لیے مسجدوں اور عیدگاہوں میں حاضری کی اجازت کیوں کردی جاسکتی ہے؟ اسی لیے فقہاء کرام نے عورتوں کے لیے جماعت میں حاضری کو ممنوع قرار دیا ہے۔

الأحكام قد تختلف بإختلاف الزمان : ألا یری أن النساء كن یخرجن إلی الجماعات فی زمانه علیه الصلواۃ و السلام و زمان ابی الصدیق حتی منعهن عمر و استقر الأمر علیه و كان ذٰلك هو الصواب كما فی التبیین(مجمع الأنهرفی شرح ملتقی الابحر: ٢/ ٣٨٤)

عورت کا اپنے گھر یا محلّہ میں نماز عید ادا کرنا:

کیا عورتیں اپنے گھروں یا محلّہ میں عید کی نماز پڑھ سکتی ہیں، یا اس کے بدلہ نفل نماز ادا کرسکتی ہیں؟

الجوابــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

چونکہ عیدین کی نماز میں جماعت شرط ہے اور عورتوں پر جماعت ضروری نہیں ہے، اس لیے عورتوں پر نماز عیدین بھی نہیں ہے اور نہ ہی اس کے بدلہ میں ان پر کوئی دوسری نماز ہے۔

”ولا تجب الجمعة علی مسافر و لا إمرأۃ و تجب صلواۃ العید علی كل من تجب علیه صلواۃ الجمعة“(هدایه: ١/ ١٦٩۔ ١٧٢)

عیدگاہ میں عید کی دوسری جماعت:

عیدگاہ میں ایک مرتبہ نماز ہوجانے کے بعد کیا دوبارہ اسی جگہ عید کی نماز پڑھنا درست ہے، جب کہ جگہ کی تنگی کی وجہ سے بہت سے لوگوں نے عید کی نماز ادا نہ کی ہو؟

الجوابــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

عام حالات میں عیدگاہ میں عید کی دوبارہ جماعت کرنا مکروہ ہے، لیکن اگر جگہ کی تنگی یا کسی وجہ سے کافی تعداد میں لوگ پہلی جماعت میں شریک نہ ہوسکے ہوں تو دوسری جماعت کی گنجائش ہے، دوسرے آدمی کی امامت میں نماز عید کی دوسری جماعت کی جاسکتی ہے، لیکن اگر صرف دو چار آدمیوں کی جماعت چھوٹ گئی ہو تو اس کی وجہ سے جماعت ثانیہ کی اجازت نہیں ہے، ایسے لوگوں کو چاہئے کہ کسی دوسری مسجد یا عیدگاہ میں جہاں ابھی نماز نہ ہوئی ہو جاکر نماز ادا کریں۔ (کتاب النوازل: ۵/۳۴۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

rs\MD ASADULLAH\Downloads\Naqueeb 11-6-2018.inp 16-06-2018 00:09 PAGE 3 (1,1)

امارت شرعیہ بہار اڑیسہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار نقیب پھلواری شریف، پٹنہ

پھلواری شریف

جلد نمبر 56/66 شمارہ نمبر 24 مورخہ ۲۵؍رمضان المبارک ۱۴۳۹ھ مطابق ۱۱؍جون ۲۰۱۸ء روز سوموار

انعام کے رات ودن

رحمت ومغفرت اور جہنم سے نجات کے جو چند ایام اللہ رب العزت نے ہمیں دیے تھے وہ ہم سے اب رخصت ہوا چاہتے ہیں، ابھی چند دن تو ہوئے تھے کہ ہم نے اس ماہ مبارک کا استقبال کیا تھا اور اب اس کو الوداع کہنے کو تیار بیٹھے ہیں، خوش قسمت ہیں وہ لوگ جنہوں نے اس ماہ مبارک میں روزہ، تراویح، تلاوت قرآن، ذکر واذکار، سنن ونوافل، تہجد واوابین کے ذریعہ اللہ کو راضی کرلیا، اور اپنے اندر تقویٰ کی وہ صلاحیت پیدا کرنے میں کامیاب ہو گئے جو ماسٹر کی اور شاہ کلید ہے، اور جس کے پیدا ہونے سے دل کی دنیا بدلتی ہے، سوچنے کا انداز بدلتا ہے، جینے کے طریقے بدلتے ہیں، معاشرت بدلتی ہے، اور معیشت کا انداز بھی بدل جاتا ہے، جن لوگوں کے اندر یہ کیفیت پیدا ہوگئی، انہوں نے روزے کے مقصد کو پالیا اور اب زندگی کے دوسرے مہینوں میں سے فائدہ اٹھائیں گے اور ان کی زندگی میں تبدیلیاں ہوں گی اور ان کا ہر قدم اور ہر عمل شاہ راہ حیات پر مرضیات الٰہی اور طریقہ نبوی کے مطابق ہوگا، خوش خبری ہے ان لوگوں کے لیے اور اصل مبارک بادی کے وہی مستحق ہیں۔

بدقسمتی سے بہت سے لوگ اس ماہ میں بھی اللہ کے فضل ومغفرت سے محروم رہ گئے اور شب قدر جیسی مقدس اور بابرکت رات میں بھی اس ماہ سے فائدہ نہیں اٹھا سکے، ان میں سے بعضوں نے اپنی حد تک کوشش بھی کی، لیکن وہ بعض منکرات سے اپنے کو دور نہیں رکھ سکے، اس لیے محرومی ان کا مقدر بن گئی، ان میں بعض شراب کی لت نہیں چھوڑ سکے، بعض نے اپنے والدین کو ناراض کر رکھا تھا، بعض قطع تعلق کے مجرم تھے اور صلہ رحمی سے گریزاں، بعض کے دل کینہ وکدورت سے پاک نہیں رہ پائے، ان چاروں گناہ کی نحوست نے انہیں جنت کی دہلیز سے اس ماہ مبارک میں بھی دور رکھا۔

ایسے لوگوں کے لیے بھی چند ایام بچ گئے ہیں، دو راتیں طاق بھی بچی ہوئی ہیں، جس میں شب قدر کے پالینے کا امکان ہے، اور رب کو راضی کرنے کے لیے تو تھوڑا وقت بھی بہت ہے، نہ جانے کون سی ادا اور کون سا جملہ اسے پسند آجائے اور مالک اس کے ساتھ عفو ودرگذر کا معاملہ کردیں، اللہ کے نزدیک تو بخشش کے لیے یہ بھی کافی ہوگا کہ اس نے صرف اللہ کی رضا کے لیے ان منکرات کو چھوڑ دیا، جس کی وجہ سے شب قدر میں بھی اس پر مغفرت کے دروازے بند ہو گئے تھے۔

رمضان کے مہینے مکمل ہو گئے، عید کا چاند نکل آیا، تراویح کا سلسلہ بند ہوا، فرض روزے کے ایام بھی جاتے رہے، معتکفین کے اعتکاف بھی مکمل ہو گئے، لیکن اب بھی بہت کچھ باقی ہے، عید کی چاندرات ہمارے یہاں لہو ولعب کے لیے مشہور ہے، شیطان آزاد ہوتے ہی پوری جلوہ سامانی کے ساتھ بندوں پر ٹوٹ پڑتا ہے، نمازی مسجد سے غائب ہونے لگتے ہیں، ہمہ شما کا کیا ذکر، اچھے خاصے دیندار اور خواص کو بھی عموما اس رات بڑی میٹھی نیند آتی ہے اور رمضان بھر کی ریاضت کے بعد وہ اپنے کو ہلکا پھلکا محسوس کرتے ہیں، حالاں کہ یہ رات تو اصل انعام کی رات ہے، فرشتے اس رات کو لیلۃ الجائزہ کہتے ہیں، اس لیے خصوصیت سے اس رات میں عبادت کا اہتمام کرنا چاہیے، میں نے اپنے بڑے بھائی محمد ضیاء الہدیٰ رحمانی کو دیکھا کہ وہ چاند کے اعلان کے بعد اعتکاف ختم کرتے، بہت کم وقت کے لیے گھر آتے اور عشاء کی نماز کے بعد سے صبح تک مسجد میں الحاح وزاری، گریہ وبکا اور دعاء مغفرت میں مشغول رہتے، میں نے اس رات کی جیسی قدر کرتے ان کو دیکھا ویسا کوئی دوسرا شخص میری نظر سے نہیں گذرا، انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد پاک کی خبر تھی کہ جو شخص ثواب کی نیت کرکے دونوں عید کی رات جاگے اور عبادت میں مشغول رہے گا اس دن اس کا دل نہیں مرے گا، جس دن سب کے دل مرجائیں گے، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ نے لکھا ہے کہ اس سے مراد فتنہ وفساد کا وقت ہے، جب لوگوں کے دلوں پر مردنی چھا جاتی ہے، اس وقت اس کا دل زندہ رہے گا، ایک دوسرا قول یہ بھی لکھا ہے کہ ممکن ہو صور پھونکے جانے کا دن مراد ہو، کہ اس دن اس کی روح بیہوش نہ ہوگی، ایک دوسری روایت میں ہے کہ جو شخص پانچ راتوں میں عبادت کے لیے جاگے، اس کے واسطے جنت واجب ہوجائے گی، ان پانچ راتوں میں ایک رات عید الفطر کی ہے، حضرت امام شافعیؒ نے ما ثبت بالسنۃ میں عید الفطر کی رات کو دعا کی قبولیت کی پانچ راتوں میں شمار کیا ہے۔

اس لیے اس رات میں دعا کا خاص اہتمام کرنا چاہئے اور اسے سوکر گذارنا نہیں چاہئے، یہ عجیب بات ہوگی کہ اللہ اس رات کو انعام تقسیم کر رہے ہوں اور بندہ بے خبری کی نیند سو رہا ہو، شکر گذاری کے جذبے، دعا کی قبولیت اور دل کے زندہ رکھنے کے لیے ضروری ہے کہ بندہ اس رات میں بھی رمضان المبارک کی رات کی طرح ہی بارگاہ خداوندی میں اپنی مناجات پیش کرتا رہے۔

لیلۃ الجائزہ یعنی انعام کی اس رات کے بعد جو دن آرہا ہے وہ عید الفطر کا دن ہے، اس دن اللہ کے فرشتے تمام راستوں پر پھیل جاتے ہیں اور بندوں کو عیدگاہ کی طرف چلنے کے لیے آواز لگاتے ہیں، فرماتے ہیں کہ اس رب کریم کی بارگاہ میں چلو جو بہت زیادہ عطا کرنے والا اور قصوروں کو معاف کرنے والا ہے، پھر جب لوگ عیدگاہ اللہ کی کبریائی بیان کرتے ہوئے پہونچتے ہیں، تکبیر تشریق کے کلمات ان کی زبانوں پر ہوتے ہیں، اللہ خوش ہو کر فرشتوں سے پوچھتا ہے کہ ایسے مزدور کو کیا بدلہ دیا جائے جو اپنا کام پورا کرچکا ہو؟ فرشتے کہتے ہیں: ان کو پوری مزدوری دے دی جائے، اللہ فرشتوں کو گواہ بنا کر اعلان کرتے ہیں، کہ ہم نے روزے اور تراویح کے بدلے سب کو اپنی رضا ومغفرت عطا کردی، اللہ رب العزت اس اجتماع میں ہر مانگنے والے کو دیتے ہیں، آخرت کے لیے بندہ جو مانگتا ہے سب مل جاتا ہے، دنیا کے بارے میں جو مانگتا ہے وہ اسے اپنی مصلحت اور حکمت کے مطابق دیتے ہیں، البتہ اس بات کا برملا اعلان ہوتا ہے کہ میں (اللہ) لغزشوں پر ستّاری کروں گا، اور انہیں مجرموں اور کافروں کے سامنے رسوا نہیں ہونے دوں گا، عید کی نماز ختم ہوتی ہے، اور بندہ بخشش کا پروانہ لیے گھر لوٹ آتا ہے، اسے اللہ کی رضا نصیب ہوجاتی ہے، جو اصل دولت اور ایمان والوں کے لیے سرمایہ حیات ہے۔

ہمارے بہت سارے مسلمان بھائی اس دن کی اہمیت کو بھی نہیں سمجھتے، ہماری نئی نسل کو تو اس کا ذرا بھی احساس نہیں ہوتا، پہلے سنیما کے ٹکٹ خریدے جاتے تھے، فلم دیکھی جاتی تھی، اب تو موبائل میں فلم دیکھنے کی ایسی سہولت ہوگئی ہے کہ الاماں والحفیظ، گناہ کہیں جاکر کیا جائے اور جس طرح کیا جائے، گناہ تو گناہ ہی ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو محفوظ رکھے اور انعام کے اس رات ودن کی خوب خوب قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

سیاسی شعور کی ضرورت

اس وقت ملک میں مسلمانوں کی آبادہ پچیس کروڑ سے کم نہیں ہے، تعداد سے قطع نظر وہ ملک کی سب سے بڑی اقلیت ضرور ہیں، اور اس اعتبار سے وہ نظام حکومت میں ایک اہم رول ادا کرسکتے ہیں، حکومت خواہ کسی بھی پارٹی کی ہو، وہ نہ تو ان کی آواز کو دبا سکتی ہے، اور نہ ہی اسے سنی ان سنی کرسکتی ہے، ان کے ملی مفاد کی ان دیکھی کرنا یا انہیں نقصان پہونچانے کی کوشش کرنا بھی اس کے لیے مشکل بلکہ ناممکن ہوتا۔ لیکن آج کے ہندوستان میں یہ سب خواب وخیال کی باتیں بن کر رہ گئی ہیں، مسلمان زندگی کے ہر شعبہ میں بے وقعت ہیں، ان کے مفاد کے خلاف فیصلے ہوتے ہیں، ان کے مفاد کو نظر انداز کردیا جاتا ہے، ملک کے دستور نے انہیں جو ضمانتیں دی ہیں، ان کی بھی کھلی خلاف ورزی ہوتی ہے، مگر ان کے ضبط اور صبر وتحمل کا یہ عالم ہے کہ نامساعد حالات کا رونا رونے لگ جاتے ہیں، اس سے آگے بڑھنے کی ہمت کی تو حکومت وقت کا شکوہ کرنے لگ گئے، اور پھر کچھ اور ہمت جٹائی تو سازشوں کا ذکر کرنے بیٹھ گئے، مگر اپنا محاسبہ کرنا اور اپنے اندر جھانکنے کی بھی کوئی کوشش نہیں کی، کبھی اس پر غور نہیں کیا کہ ہمارے اندر کیا کمی ہے، کیا خامی ہے، کس چیز کا فقدان ہے اور خود ہم سے کہاں کہاں کوتاہی ہورہی ہے، ہندوستان کے مسلمان آج جس حال کو پہونچ گئے ہیں، ان کا ایک طبقہ وسیع تر ملی مفاد کے حصول وتحفظ پر توجہ دینے کے لیے یا تو تیار نہیں ہے یا اسکی ضرورت ہی نہیں سمجھتا، جب کہ اسلام نے زندگی کے ہر شعبہ میں خواہ وہ سیاست ہو، معیشت ہو یا روزمرہ کے معمولات زندگی ہوں، اجتماعیت کو بڑی اہمیت دی ہے۔ اتحاد عمل کا یہ مطلب نہیں ہے کہ تمام کے تمام مسلمان کسی ایک ہی سیاسی پارٹی میں شامل ہوجائیں، ایسا ممکن بھی نہیں ہے اور شاید یہ مناسب بھی نہیں ہے، لیکن جو ملی معاملات ہیں تو ان کے لیے اتحاد عمل کا مظاہرہ یقیناً کیا جاسکتا ہے، مسلمان دوسرے اقلیتی فرقوں کو کیوں نہیں دیکھتے کہ وہ اپنی سیاسی وفاداریوں کو قائم رکھتے ہوئے اپنی قوم کے مسائل کے لیے کس طرح باہم متحد، مربوط اور ایک جٹ ہوجاتے ہیں، اور ان کو حل بھی کرا لیتے ہیں، اور ان کی متعلقہ پارٹیاں بھی اس معاملہ میں ان کو اپنا بھرپور تعاون دیتی ہیں، مگر مسلمانوں کے ساتھ صورتحال بالکل برعکس ہے، اول تو مختلف سیاسی پارٹیوں سے تعلق رکھنے والے مسلمان اپنی پارٹی کی سطح پر مسلم مسائل اٹھاتے ہی نہیں ہیں اور اگر کسی نے ہمت سے کام لیا تو خود اسی کے جماعتی رفقاء بجائے اس کے کہ اسکو تعاون دیں وہ اس کی آواز کو خاموش کرنے کی کوشش کرتے ہیں، بالفرض اگر ایسا نہیں ہوا اور ان کی آواز پارٹی کے اندرون خانہ سے باہر آتی ہے تو دوسری پارٹیوں کے لیڈر اس سے بے اعتنائی برتتے ہیں، اس کی دو وجہ ہے، ایک کا تعلق جماعتی تعصب سے ہے، اور دوسری کا اس خوف سے ہوتا ہے کہ اگر حریف کی آواز میں آواز لگائی تو پارٹی سے نکالے جائیں گے، نتیجہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے مسائل یوں ہی پڑے رہ جاتے ہیں، ہاں جب الیکشن کا زمانہ آتا ہے، تو تمام پارٹیوں یہاں تک کہ بی جے پی کو بھی مسلمان اور ان کے مسائل، ان کے دکھ درد اور ان کی پسماندگی کی یاد بے چین کردیتی ہے، لیکن جیسے ہی انتخابی نتائج کا اعلان ہوا، انہیں مسلمان یاد کیا رہیں گے کہ وہ ان کا استحصال شروع کردیتے ہیں، جب کہ گذشتہ ۴؍برسوں سے ملک کی بی جے پی حکومت اور ان کے لیڈران اکثریتی ووٹوں کو متحد کرنے کے لیے اسلامی شعائر اور مذہبی تشخصات کو نشانہ بناتی آرہی ہیں۔

یہ صورت حال یقیناً بہت ہی افسوس ناک ہے اور اس بات کی مظہر ہے کہ مسلمانوں کے اندر سیاسی بیداری کی کمی ہے، اور وہ اجتماعی مفاد پر خصوصیت کے ساتھ توجہ نہیں دیتے، جس ملت کا سیاسی شعور بیدار ہوتا ہے، وہ ملت ایسی نہیں جیسی کہ ہندوستان کے مسلمان، البتہ کچھ استثنیٰ کے ساتھ، کوئی ملت سیاسی اعتبار سے کتنی بیدار ہے، اس کا اندازہ انتخابی عمل کے دوران بخوبی ہوجاتا ہے کہ اس کے کتنے فیصد افراد اس عمل میں سنجیدگی کے ساتھ حصہ لیتے ہیں۔

حالیہ ضمنی انتخابات

حالیہ لوک سبھا کی چار اور اسمبلی کی گیارہ سیٹوں کے لیے ہونے والے ضمنی انتخابات میں بی جے پی کو جس طرح شکست کا منہ دیکھنا پڑا ہے، اس سے تو یہ اندازہ ہو ہی گیا کہ اب حالات بہت تیزی سے گردش کر رہے ہیں، عوام کا مزاج بھی بدل رہا ہے، اور ان کا احساس بھی جاگ اٹھا ہے کہ ۲۰۱۴ء میں جو خواب دیکھا تھا وہ سونے کا ڈھیر نہیں مٹی کا تودہ تھا۔ بی جے پی کے لیڈران اپنی اس کراری ہار پر پردہ ڈالنے کی ہر ممکن کوشش کر رہے ہیں، وزیر داخلہ راج ناتھ سنگھ نے ان انتخابی نتائج پر نہایت دل چسپ تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ بڑی چھلانگ لگانے کے لیے دو قدم پیچھے ہٹنا پڑتا ہے۔ راج ناتھ کے اس بیان کو نظر انداز نہیں کرنا چاہئے، کیا اس میں طوفان سے پہلے کی خاموشی کی طرف تو اشارہ نہیں ہے؟ ضمنی انتخابات ہار کر بی جے پی ۲۰۱۹ء کے لیے کسی بڑی سازش کے تانے بنے تو نہیں بُن رہی ہے؟ اس کے لیے ہم سب کو ۲۰۱۹ء کے پارلیمانی انتخاب کا انتظار کرنا ہوگا، لیکن بی جے پی کی راہ آسان ہونے والی نہیں ہے، کیوں کہ اب تو کسانوں نے بھی بی جے پی کے خلاف مورچہ کھول دیا ہے۔ (بقیہ صفحہ ۴؍پر)

عید مبارک ہو

رضوان احمد ندوی

عید کا دن مسرت وشادمانی اورتشکر وامتنان کا عظیم دن ہے،جنہوں نے اپنے رب کو راضی کرنے کے لیے دن کو روزہ رکھا،نماز وتلاوت اور ذکر وتسبیح کا اہتمام کیا ہے،راتوں کو تراویح پڑھی،شب قدر میں عبادت کی اور خیر وبھلائی کے وہ کام کیے جن کے بارے میں اللہ نے بے حد وحساب اجر وثواب کی خوشخبری دی،عید کی حقیقی مسرت کے مستحق ایسے ہی لوگ ہیں۔اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب عید کی رات ہوتی ہے تو اس کا نام آسمانوں پر انعام کی رات سے لیا جاتا ہے اور جب عید کی صبح ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں کو بھیجتے ہیں وہ زمین پر اتر کر تمام گلیوں اور راستوں کے سروں پر کھڑے ہوجاتے ہیں اور پکارتے ہیں: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت! اس رب کریم کی درگاہ کی طرف چلو جو بہت زیادہ عطا کرنے والا ہے اور بڑی بڑی خطاؤں کو معاف کرنے والا ہے،اور پھر جب لوگ عیدگاہ کی طرف نکلتے ہیں تو اللہ جل شانہ فرشتوں سے دریافت فرماتے ہیں،کہ کیا بدلہ ہے اس مزدور کا جو اپنا کام پورا کر چکا ہو،فرشتے عرض کرتے ہیں: ہمارے معبود! اس کا بدلہ یہی ہے کہ اس کی مزدوری پوری پوری دے دی جائے،تو حق تعالیٰ سبحانہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اے فرشتو! میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے ان کو رمضان کے روزوں اور تراویح کے بدلے اپنی رضا ومغفرت عطا کردی۔اور پھر بندوں کو مخاطب کرکے ارشاد خداوندی ہوتا ہے: اے میرے بندو! مجھ سے مانگو،میری عزت کی قسم،میرے جلال کی قسم،مجھ سے جو سوال کروگے،پورا کروں گا،حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی مشہور حدیث ہے،جس میں فرمایا گیا ہے کہ لوگ عیدگاہ سے ایسے لوٹتے ہیں کہ ان کے گناہ معاف ہوچکے ہوتے ہیں۔

سچ یہ ہے کہ اللہ رب العزت بڑا ہی رحیم وکریم اور درگذر کرنے والا ہے،کوتاہیوں اور غلطیوں کے باوجود جب بندہ ندامت وشرمندگی کے آنسو بہاتا ہے تو دریائے رحمت جوش میں آتا ہے اور بندے کی مغفرت ہوجاتی ہے،لیکن اس انعام واکرام کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ سال کے باقی گیارہ مہینوں کے لیے چھٹی مل گئی،اور اب جو جی میں آئے اور نفس جیسے ورغلائے کرتے رہئے؛ مومن کے لیے چھٹی کہاں،اس کی تو پوری زندگی عبادت ہے،اس کا سونا جاگنا،اس کا کھانا پینا،اس کا چلنا پھرنا،اس کا ملنا جلنا،اس کا کاروبار اور تجارت کرنا سب عبادت ہے،بشرطیکہ اللہ کی رضا کی خاطر ہو،اس لیے عید کا چاند نظر آنے کے بعد غفلت کی چادر نہیں تاننی ہے،بلکہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات کے مطابق زندگی گزارنی ہے۔اللہ تعالیٰ نے جنہیں مال ودولت کی نعمت سے نوازا ہے،وہ صدقۂ فطر کی ادائیگی کریں تاکہ عید کی خوشی میں غرباء ومساکین بھی برابر کے شریک رہیں،صدقۂ فطر ادا کرنے کے ذریعہ مالداروں کو یہ تعلیم دی گئی ہے کہ وہ غریبوں کی عید کا انتظام اپنی عید سے پہلے کردیں۔پھر نماز عید کے لیے تکبیر تشریق بلند کرتے ہوئے عیدگاہ کے لیے چل پڑیں۔عید کے دن اچھے اچھے کپڑے پہنئے اور عمدہ کھانے بنوایئے،مگر اس میں اعتدال وتوازن کو برقرار رکھئے،اور غریب پڑوسی اور ہمسایہ کا بھی خیال رکھئے،حکم دیا گیا ہے کہ آپ خود بھی عید کی خوشی منائیں اور اس بات کی بھی فکر کریں کہ آپ کے غریب ونادار ہمسائے اس خوشی سے محروم نہ رہ جائیں،رمضان تربیت کا مہینہ ہے،اگر اس مشق وتربیت کا اثر انفرادی اور اجتماعی زندگی میں نمایاں نہ ہو تو سمجھئے کہ تربیت پوری نہیں ہوئی۔اب عید کے دن مسلمانوں کو محاسبہ کرنا چاہئے کہ روزوں کی برکت سے انہوں نے کتنے گناہوں سے توبہ کی اور نیکیوں میں کتنا اضافہ کیا،جو شخص رمضان میں اور اس کے بعد بھی انہیں معصیتوں میں مبتلا رہا،اس کے لیے یوم عید یوم وعید ہے۔

انہیں جذبات واحساسات کے ساتھ عید کی مبارک باد قبول کیجئے،اللہ رب العزت سے دعاء کرتا ہوں کہ وہ آپ کی زندگی کو خوشیوں،مسرتوں اور کامرانیوں سے بھر دے۔

بقیہ حالیہ ضمنی انتخابات .... ۲۰۱۴ء میں انہوں نے جس خوش فہمی کی بنیاد پر ووٹ دیا تھا انہیں اب وہ سب سراب معلوم پڑ رہا ہے،اس لیے انہوں نے یوپی میں بی جے پی کو دو ماہ میں گورکھ پور اور پھول پور میں باہر کا رستہ دکھلا یا دیا،اب کیرانہ لوک سبھا اور نور پور اسمبلی سیٹ پر بھی بی جے پی کو شکست سے دوچار ہونا پڑا،کیرانہ سیٹ پر راشٹریہ لوک دل اور سیکولر اتحاد کی حمایت یافتہ امیدوار تبسم حسن کو ۴/لاکھ ۸۱/ہزار ۱۸۲/ووٹ ملے اور وہ پچپن ہزار ووٹوں سے کامیاب ہوئیں۔یہاں سے ۲۰۱۴ء کے لوک سبھا انتخابات میں بی جے پی کے لیڈر حکم دیو سنگھ کو کامیابی ملی تھی اور انہوں نے انتخاب کو جیتنے کے لیے مسلمانوں کے خلاف خوب زہر افشانی کی تھی،جس کی وجہ سے پورے مغربی یوپی میں جاٹ اور مسلم ووٹوں میں شگاف پڑ گیا اور عوام غلط فہمی کی شکار ہوگئی۔حکم سنگھ نے اس کا بھرپور فائدہ اٹھایا،حکم دیو سنگھ کی موت سے خالی ہوئی اس سیٹ پر بی جے پی نے ان کی بیٹی مرگانکا سنگھ کو ٹکٹ دیا تاکہ باپ کی ہمدردی بٹور سکے،اس کے لیے خوب ریلیاں کی گئیں،ہندو کارڈ کھیلا گیا،مسلمانوں کے خلاف اشتعال انگیز بیانات دیے گئے،مگر یہاں کی عوام نے نہ صرف بی جے پی کو دھول چٹادی،بلکہ سبق بھی سکھلا دیا کہ اب ملک کی عوام کسی دھوکہ میں نہیں آسکتی ہے،یہاں کے نتائج نے یہ بھی ثابت کردیا کہ ابھی ملک میں جمہوری قدریں زندہ ہیں،اور سماجی اتحاد برقرار ہے۔اسی طرح نور پور میں بھی عوام نے حکمراں پارٹی کے خلاف ووٹ دیا،جہاں سے سماج وادی پارٹی کے امیدوار نعیم الحسن کو ۵۰ فیصد ووٹ ملے،یعنی انہیں ۹۴/ہزار ۸۷۵/ووٹ ملے،جب کہ بی جے پی کے امیدوار کو ۸۹/ہزار ۲۱۳ ووٹ ملے،بہار کے جوکی ہاٹ اسمبلی حلقہ میں راجد کے امیدوار شاہ نواز عالم نے ۸۱/ہزار ۲۴۰ ووٹ حاصل کیے اور ان کے مدمقابل جدیو کے امیدوار مرشد عالم کو صرف ۴۰/ہزار ۱۵/ووٹ ملے۔

اس بدلتے ہوئے سیاسی منظر نامے سے تو یہ بات ثابت ہوچکی ہے کہ اگر ملک کی سیکولر پارٹیاں علاقائی وریاستی پارٹیوں کے ساتھ متحدہ محاذ بنا کر وسیع تر قومی مفاد کو ترجیح دیتے ہوئے الیکشن لڑتی ہیں تو بی جے پی کو اقتدار سے دور رکھنے میں کامیاب ہوسکتی ہیں،جس کا تجربہ ماضی میں بھی ہوچکا ہے۔ایک خبر یہ بھی آرہی ہے کہ دہلی میں کانگریس اور عام آدمی پارٹی کے درمیان کچھ گفت وشنید کا سلسلہ اندر ہی اندر چل رہا ہے،اگر ان دونوں کے درمیان سیٹوں کی تقسیم میں مفاہمت ہوجاتی ہے تو خوش آئند بات ہوگی،اور اس سے ملک میں اچھا پیغام بھی جائے گا۔

کتابوں کی دنیا

نقوش تاباں

: مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

مولانا محمد عالم قاسمی کی شخصیت ہمہ جہت اور خدمات کثیر الجہات ہیں،انہوں نے مدارس اسلامیہ کے چشمہ صافی سے علمی پیاس بجھائی اور فارسی زبان وادب میں کمال پیدا کرنے کے لئے پٹنہ یونیورسٹی کا رخ کیا،وہاں بھی اپنی صلاحیت کا سکہ جمایا،یونیورسیٹی میں ممتاز رہے اور گولڈ مڈل حاصل کیا۔اور اب دانشور طبقوں میں بھی اثر ونفوذ اور دخول ورسوخ کے لیے پی ایچ ڈی کررہے ہیں،اور روایت یہی رہی ہے کہ پی ایچ ڈی کے مقالے رد نہیں ہوتے اور ڈگری ایوارڈ ہو ہی جاتی ہے،اس لیے جلد ہی ہم لوگ انہیں مولانا ڈاکٹر محمد عالم قاسمی لکھنے لگیں گے اور ان کی تحریریں دانشوروں کی نظر میں بھی اعتبار واعتماد پالیں گی،ورنہ کسی صنف میں کتنی اچھی تخلیق پیش کردیجئے عموماً اس طبقہ میں پذیرائی نہیں ہوتی،اسی وجہ سے اردو کے سرکاری اداروں میں انتظام وانصرام بلکہ ممبری تک میں مولویوں کو جگہ نہیں مل پاتی ہے،حالاں کہ اردو تو مولویوں اور مدرسوں سے ہی زندہ ہے،پی ایچ ڈی ہونے سے مولانا کے علم میں تو اضافہ ہونے سے رہا،ڈاکٹر بننے سے کچھ اور لوگ بھی اپنا سمجھ لیں گے،اس خیال سے یہ تگ ودو بھی قابل ستائش ہے۔

مولانا کو میں نے خدمات کے اعتبار سے کثیر الجہات لکھا ہے،وہ جامع مسجد دریاپور کے امام وخطیب،مدرسہ مصباح العلوم دریاپور کے پرنسپل،آکاش وانی پٹنہ کے شعبۂ اردو میں براڈ کاسٹر،علماء فرنٹ بہار کے صدر،امارت شرعیہ بہار اڈیشہ کے رکن،مدرسہ محمود العلوم دملہ مدھوبنی کی شوریٰ کے رکن،کریسنٹ ہیلتھ کیر سنٹر برلا مندر روڈ کے خزانچی،رفاہ امت سوسائٹی دریاپور کے سکریٹری،شعبہ نشر واشاعت اور تنظیم تحریک ائمہ مساجد بہار کے کنوینر ہیں،درجن مکمل ہونے میں ایک ہی کم ہے،شاید مجھ ہی سے بھول ہوگئی ہے،اب جو شخص ایک درجن محاذ پر تعلیمی،تنظیمی اور تحریکی کام کر رہا ہو،اسے کثیر الجہات سے کم کس لفظ سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔ان تمام کاموں کی دردسری سے فراغت ملتے ہی لکھنے پڑھنے بیٹھ جاتے ہیں،مولویوں کے پاس قلم ہوتا ہے،چھپوانے کے لیے پیسے نہیں ہوتے،ورنہ مولانا محمد عالم قاسمی تصنیف وتالیف کے میدان میں درجنوں کتاب کے مصنف،مؤلف،مرتب ہوچکے ہوتے،کتابوں کے مختلف حصوں کو الگ الگ شمار کریں تو ایک درجن کے قریب کتابیں چھپ چکی ہیں،نصف درجن منتظر طباعت ہیں،مولانا کا جو بڑا حلقہ اثر ہے،اس میں ان کتابوں کو بھی طباعت کے مرحلے سے گذرنے میں دیر نہیں ہوگی،ایسی مجھے امید ہے،اور یہ امید بے جا اس لیے نہیں ہے کہ ان منتظر طباعت کتابوں میں سے ''نقوش تاباں'' پریس میں جانے کے آخری مرحلہ میں ہے،آخری مرحلہ کا مطلب ہے کہ نقش تاباں کی تجلیات سے قارئین کے دل ودماغ جلد ہی روشن ہوں گے،انتظار کی گھڑی کو بس اب ختم ہی سمجھئے۔

''نقوش تاباں'' کے مندرجات میں سات مضامین شخصیات پر ہیں اور ان میں احوال وآثار پر روشنی ڈالی گئی ہے،مولانا مناظر احسن گیلانی اور ان کے تصنیفی کارنامے،کلیم عاجز کی شاعری کے متنوع پہلو،ظہیر صدیقی ایک روشن ضمیر شاعر،قومی یک جہتی کے علم بردار؛ مولانا ابوالکلام آزاد،امیر شریعت سابع مولانا محمد ولی رحمانی؛ ایک عبقری شخصیت،عزم وحوصلہ کا پیکر،ایک تاریخ ساز مخلص رہنما،قاری فیاض احمد اور ایک مخلص امام جیسے مضامین کو پڑھ کر ان شخصیات کے فکر وفن اور خدمات سے واقفیت ہوتی ہے اور بعض اچھوتے گوشے سامنے آتے ہیں۔بہار میں اردو صحافت اسی حصہ میں ایک اہم مضمون ہے،جو تاریخی حیثیت کا حامل ہے،اس میں بعض گم نام اور مشہور رسائل سے بھی ہمیں واقفیت ہوئی ہے،حاجی پور سے شائع ہونے والے دو اہم رسائل کا ذکر اس میں آنے سے رہ گیا،بیسویں صدی کے آخری عشرے میں حاجی پور سے ڈاکٹر ثوبان فاروقی نے ''نگارش'' ادبی پرچہ کے طور پر نکالنا شروع کیا تھا اور جمعیت شباب اسلام ویشالی نے ''طلوع فکر'' کے نام سے ایک رسالہ نکالا تھا جو اصلاً شباب اسلام کا ترجمان تھا،ابوحذیفہ عبد المالک قاسمی اس کے مدیر تھے،اور نصف درجن نام مجلس ادارت میں تھا،یاد آتا ہے کہ ایک نام میرا بھی تھا،یہ قیمتی رسالے تھے،چند شمارے ہی نکل پائے اور پھر بند ہوگئے،مدیران اس خسارے کو برداشت نہیں کرپائے جو ہر ماہ ان کی جیب خاص پر پڑتا تھا۔کتاب کے دوسرے حصہ میں سترہ مضامین ہیں،ان مضامین کی حیثیت تبصرے کی ہے،ان تبصروں میں مولانا کی تجزیاتی اور تنقیدی صلاحیت ابھر کر ہمارے سامنے آئی ہے،مولانا نے مطالعہ کے دوران کتابوں میں جو خوبیاں اور خامیاں دیکھیں اسے قلم بند کردیا،خوبیوں کا تذکرہ زیادہ کیا ہے اور خامیوں کا کم،میری ایک کتاب ''تعلیم ترقی کی شاہ کلید'' بھی ان کے مطالعہ میں آئی قلم ان کا چل پڑا،اپنے پاس تو کچھ ہے نہیں لیکن ان کی آنکھوں نے اس میں کمال پیدا کردیا،آنکھیں اور زاویۂ نظر درست نہ ہو تو ایک چیز ہی کبھی دو نظر آتی ہے،منہ کا ذائقہ ٹھیک نہ ہو تو میٹھی چیز بھی کڑوی کسیلی معلوم ہوتی ہے،مولانا کی آنکھیں بھی ٹھیک کام کرتی ہیں،اور ذائقہ دہن بھی چیز کے حقیقی ذائقہ تک پہونچ کر دم لیتا ہے،مولانا نے اپنے تبصروں میں جو انداز اختیار کیا ہے،اس میں کہیں کہیں خوبیوں کے ساتھ کمی کوتاہیوں کا بھی ذکر کیا ہے،یہ ایک اچھی بات ہے،نقد وتبصرہ اسی کا نام ہے،ہمارے بعض دوست تبصرہ لکھتے وقت اس خیال میں رہتے ہیں کہ اس سے صرف پھول چنے جائیں،کانٹوں سے چھیڑ چھاڑ نہ کی جائے،اس سے مصنف کی دل شکنی ہوتی ہے،اور پس پردہ یہ بھی ذہن میں رہتا ہے کہ کانٹے کی نوک کہیں دراز ہوکر ان تک نہ پہونچ جائے،اس سوچ سے مجھے اتفاق نہیں ہے،اس لیے کہ خوبیوں اور خامیوں کے ذکر سے تبصرے میں توازن پیدا ہوتا ہے اور آئندہ ان خامیوں کی اصلاح کرکے کتاب کو مزید بہتر سے بہتر بنایا جاسکتا ہے،مولانا محمد عالم قاسمی خامیوں کا ذکر بہت تو نہیں کرتے کہیں کہیں کردیتے ہیں،معاملہ وہی نظر کا ہے۔ذوق نظر حسن نظر کا۔

مجموعہ کا آخری مضمون مجلّہ شش ماہی الامام پر تبصرہ ہے،یہ تبصرہ مشہور صحافی ریحان غنی کا ہے،اس مجموعہ میں اس کی شمولیت کا جواز سمجھ میں نہیں آتا،یقیناً الامام کے ایڈیٹر مولانا محمد عالم قاسمی ہیں اور ان کا ذکر خیر مدیر کی حیثیت سے اس مضمون میں موجود ہے،لیکن مجموعہ میں اسے صرف اس بنیاد پر شامل کرنا محل نظر ہے۔

آخر میں مولانا نے اپنی ایک غزل کو بھی شامل کیا ہے،اس سے مولانا کی شاعرانہ صلاحیت کا علم ہوا،ہم تو اب تک انہیں نثر نگار ہی سمجھ رہے تھے،ایک غزل دیکھ کر شاعرانہ مقام ومرتبہ کی تعیین ذرا مشکل ہے،کسی صنف میں کوئی تخلیق پالنے میں پوت کے پاؤں کی طرح ہوتا ہے،جسے دیکھ کر اٹھان کا تو پتہ چلتا ہے،لیکن اس سے آگے کا حکم لگانا قبل از وقت ہوا کرتا ہے،مولانا غزلوں کا کوئی مجموعہ مرتب کرتے ہیں تو ہمیں خوشی ہوگی۔(بقیہ صفحہ ۱۰ر پر)

سمجھے بغیر قرآن پڑھنا

مفتی شکیل منصور القاسمی

عالم مشاہدہ اور عالم غیب کی مقدس اور عظیم ترین مخلوقات: کعبہ، انبیاء ورسل عرش، کرسی، لوح وقلم، مقرب فرشتے، جنت اور اس کی تمام نعمتوں میں بطور خاص ''قرآن مجید'' ہی وہ واحد کلام ہے جو مخلوق ہونے کی بجائے راست'' کلام خداوندی'' اوراس کی ''حقیقی صفت'' ہے۔اس کا تعلق براہ راست ذات باری تعالی کے ساتھ قائم ہے۔قرآن کی یہی حیثیت اسے دیگر مقدسات اسلام سے ممتاز کرتی ہے۔اسی لئے اللہ تعالی نے انسانوں کو اپنی ذات سے قریب کرنے کے لئے اپنے کلام کی'' تلاوت محضہ'' کی ترغیب دے کر سب سے پہلے اپنے کلام کا گرویدہ بنایا۔جب کلام ربانی کی قرات وتلاوت کا شغف پیدا ہوجائے گا تو یہی جذبہ قاری کو غور وتدبر کی طرف بھی لے جائیگا جو اصل مقصود ہے۔الفاظ ونقوش سے رغبت کے بغیر معانی ومفاہیم میں تدبر ممکن نہیں۔بلکہ اس سے تنفیر کا سبب بنے گا۔دیگر آسمانی کتابیں تحریف وتبدیل سے اس لئے محفوظ نہ رہ سکیں کہ ان کے الفاظ ونقوش یاد کرنے یا پڑھنے کی اس قدر ترغیب نہ دی گئی۔

اسی لئے اسلام نے قرآن کریم سے شغف رکھنے اسے پڑھنے اور دہرانے کو ذکر ودعاء، تسبیح وتہلیل سے بھی زیادہ افضل عمل بلکہ عبادت قرار دیا ہے :انّ افضل عبادة امتی قرأة القرآن''(اتقان، ج ۱، ص ۱۳۷) یعنی میری امت کی سب سے افضل ترین عبادت قرآن مجید کی تلاوت ہے۔ایک حدیث قدسی میں ارشاد باری تعالی ہے:

''عن أبی سعید قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: یقول الرب تبارك وتعالیٰ: من شَغَلَه القرآنُ عن ذکری ومسئلتی اعطیتُه افضلَ ما اُعطی السائلین وفضل کلام اللّٰہ علی سائر الکلام کفضل اللّٰہ علی خلقه'' (ترمذی بحوالہ فضائل قرآن، ص:۸) ذکر، دعا اور درود شریف میں سے امام نووی نے قراءتِ قرآن کو افضل قرار دیتے ہوئے اسے کبار علماء کا پسندیدہ ومعتمد قول قرار دیا ہے:(التبیان، ص ۲۴)

قرآن پڑھنا عبادت مقصودہ ہے:

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کی ذیل کی حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ صحیح تلفظ کے ساتھ صرف تلاوت بھی عبادت ہے۔''انّ افضل عبادة امتی قرأة القرآن''(اتقان، ج ۱، ص ۱۳۷)

غور وتدبر اور سمجھ کی شرط لگائے بغیر محض بندگی اور رضائے رب کے طور پر ادا کئے جانے ہر عمل کو عبادت کہتے ہیں:

''العِبَادَةُ : الخضوع للالٰه علی وجُه التعظیم''

''حقیقة العبادةالتذلل الکامل للہ تعالیٰ مع کمال المحبة له، وکمال الخضوع، والاستسلام، والخوف، والتواضع لله عز وجل، کما أنّها المُضِّی فی هٰذه الحیاةوِفق شرع اللہ تعالیٰ وابتغاء مرضاته۔''

''العبادةمعناها لغة: التذلل، والخضوع، والطاعة''......''ومعناها شرعاً: الخضوع والتذلل للہ تعالیٰ وحده تعظیماً له۔(المعجم الوسیط)

شریعت میں جس چیز کو عبادت کہا جائے اسے سمجھ کر بجالانے کی لازمی شرط فضول ہے۔بس کمال محبت کے ساتھ اظہار بندگی کے طور پر اسے بجالانا ہی مقصود عبادت اور شان ربوبیت کا تقاضہ ہے۔جب قرآن پڑھنے کو زبان رسالت مآب سے عبادت کہا گیا تو اب جہت عبادت کے لئے سمجھ کر پڑھنے کی شرط لگانا ضلالت ہے یا نہیں؟؟؟

قرآن کریم کے بنیادی حقوق:

قرآنِ کریم کے بنیادی حقوق یہ ہیں:

(۱)اس کے حق ہونے پر ایمان ویقین، (۲)اس کی تلاوت، (۳)اس کا ادب واحترام، (۴)اس کو سمجھنے کی کوشش اور (۵)اس پر مکمل عمل۔

ان حقوق خمسہ میں دوسرے نمبر کا حق'' تلاوت'' بہت ہی اہم عبادت ہے۔اس پہ اسلام میں کافی زور دیا گیا ہے۔حضور کی اولین ذمہ داری اسے قرار دیا گیا ہے۔قرآن کے ایک حرف کی تلاوت پر دس نیکیاں ملتی ہیں، قرآن کی تلاوت سے دلوں کا زنگ دور ہوتا ہے، تلاوت سے اللہ کی محبت میں ترقی ہوتی ہے، یہ اللہ کا قرب حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔حضرت انس بن مالک سے مَروی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اِرشاد فرماتے ہیں:

''اِذَا أَحَبَّ أَحَدُکُم أَنْ یُحَدِّثَ رَبّهُ تَعَالیٰ فَلْیَقْرَہُ'' جب تم میں سے کوئی اپنے ربّ سے باتیں کرنا چاہے تو اُسے چاہئے کہ قرآن کریم پڑھے۔(اخرجہ الخطیب فی تاریخہ :۸/۱۶۴، کنزالعمال/ ۲۲۵۷)

یہ حدیث صاف بتارہی ہے کہ یہ صرف قرآن کا اعزاز وامتیاز ہے کہ اسے فہم معانی کے بغیر پڑھنا بھی قربت وطاعت ہے۔حضرت ابوہریرہ کی روایت میں تلاوت قرآن کو سب سے بڑی عبادت قرار دیا گیا ہے۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اِرشاد ہے:أَعْبَدُ النَّاسِ أَکْثَرُهُم تِلَاوَةً لِلْقُرآن۔'' لوگوں میں سب سے بڑا عبادت گزار وہ ہے جو سب سے زیادہ قرآن کریم کی تلاوت کرنے والا ہے۔(کنزالعمال:۲۲۶۰)

حضرت اُسیر بن جابر کی روایت میں قرآن کریم کی تلاوت کو سب سے افضل عبادت قرار دیا گیا ہے:'' افضل العبادة قرأة القرآن'' سب سے افضل عبادت قرآن کریم کی تلاوت ہے۔(کنزالعمال:۲۲۶۳)

حضرت نعمان بن بشیر کی روایت میں تلاوت قرآن کو سب سے افضل عبادت قرار دیا گیا ہے: حضرت نعمان بن بشیر سے مَروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا:'' افضل عبادة امتی قرأة القرآن'' میری امّت کی سب سے افضل عبادت قرآن کی تلاوت ہے۔(شعب الایمان:۱۸۶۵)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:''مَثَلُ المُؤْمِنِ الَّذِی یَقْرَأُ القُرْآنَ کَمَثَلِ الأُتْرُجَّةِ، رِیحُهَا طَیِّبٌ وَطَعْمها طَیِّبٌ، وَمَثَلُ المُؤْمِنِ الَّذِی لَایَقْرَأُ القُرْآنَ کَمَثَلِ التَّمْرَةِ، لَارِیحَ لَهَا وَطَعْمهَا حُلْوٌ، وَمَثَلُ المُنَافِقِ الَّذِی یَقْرَأُ القُرْآنَ مَثَلُ الرَّیْحَانَةِ، رِیحُهَا طَیِّبٌ وَطَعْمُهَا مُرٌّ، وَمَثَلُ المُنَافِقِ الَّذِی لَایَقْرَأُ القُرْآنَ کَمَثَلِ الحَنْظَلَةِ، لَیْسَ لَهَا رِیحٌ وَطَعْمُهَا مُرٌّ''

جومومن قرآن کریم پڑھتا ہے اس کی مثال ترنج کی سی ہے کہ اس کی خوشبو بھی عمدہ ہوتی ہے اور مزہ بھی لذیذ ہوتا ہے، اور جومومن قرآن شریف نہ پڑھے اُس کی مثال کھجور کی سی ہے کہ خوشبو کچھ نہیں لیکن مزہ میٹھا ہوتا ہے اور جومنافق قرآن شریف نہ پڑھے اُس کی مثال حنظل کے پھل کی سی ہے کہ مزہ کڑوا اور خوشبو کچھ نہیں اور جومنافق قرآن شریف پڑھتا ہے اس کی مثال خوشبودار پھول کی ہے کہ خوشبو عُمدہ اور مزہ کڑوا۔(بخاری ۵۴۲۷)

حضرت عبداللہ بن مسعود نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اِرشاد نقل کیا ہے:''مَنْ قَرَأَ حَرْفًا مِنْ کِتَابِ اللَّهِ فَلَهُ بِهِ حَسَنَةٌ، وَالْحَسَنَةُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا، لَاأَقُولُ:الم حَرْفٌ وَلٰکِنْ اَلِفٌ حَرْفٌ وَلَامٌ حَرْفٌ وَمِیمٌ حَرْفٌ''

جو شخص کتاب اللہ کا ایک حرف پڑھے اس کیلئے اس حرف کے بدلے ایک نیکی ہے اور ایک نیکی کا اَجر دس نیکی کے برابر ملتا ہے، میں یہ نہیں کہتا کہ سارا ''الم'' ایک حرف ہے، بلکہ الف ایک حرف، لام ایک حرف اور میم ایک حرف ہے۔(ترمذی:۲۹۱۰) حضرت عبداللہ بن عمر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اِرشاد نقل فرماتے ہیں:

''اِنَّ هٰذِهِ الْقُلُوبَ تَصْدَأُ، کَمَا یَصْدَأُ الْحَدِیدُاِذَا أَصَابَه الْمَاء'' بیشک دلوں کو بھی زنگ لگ جاتا ہے جیسا کہ لوہے کو پانی لگنے سے زنگ لگتا ہے، پوچھا گیا کہ یارسول اللہ! اُس کی صفائی کی کیا صورت ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''کَثْرَةُ ذِکْرِ الْمَوْتِ وَتِلَاوَةُ الْقُرْآن'' موت کو کثرت سے یاد کرنا اور قرآن کریم کی تلاوت کرنا۔(شعب الایمان:۱۸۵۹) حدیثِ قدسی میں ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ اِرشاد فرماتے ہیں:''یَقُولُ الرَّبُّ عَزَّوَجَلَّ:مَنْ شَغَلَهُ الْقُرْآنُ عَنْ ذِکْرِی وَمَسْأَلَتِی أَعْطَیْتُهُ أَفْضَلَ مَا أُعْطِی السَّائِلِینَ'' جس شخص کو قرآن کریم میں مشغولیت کی وجہ سے ذکر کرنے اور دعائیں مانگنے کی فرصت نہیں ملتی مَیں اُس کو تمام دعا مانگنے والوں سے زیادہ افضل اور بہتر چیز عطاء کرتا ہوں۔(ترمذی:۲۹۲۶)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:''اِقْرَؤُوا الْقُرْآنَ فَاِنَّه یَأْتِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ شَفِیعاً لِأَصْحَابِه''(أخرجه مسلم فی صحیحه قرآن کریم کی (خوب زیادہ) تلاوت کیا کرو، کیونکہ یہ (قرآن) قیامت کے روز اپنے ساتھیوں (یعنی قرآن کی تلاوت کرنے والوں) کیلئے شفیع (یعنی سفارش کرنے والا) بن کر آئیگا۔

قرآن پڑھنے کے تین درجے:

☆ **قرأت**: زبان سے تلفظ اور نطق کو لغوی اعتبار سے قرأت کہتے ہیں۔فہم معانی کے بغیر صحیح حروف کے ساتھ قرآن پڑھنے پر بھی اجر وثواب کا ترتب ہوتا ہے۔قرآن کی مختلف آیتوں میں تلاوت قرآن کا یہ درجہ ''قرأت قرآن'' مذکور ہوا ہے۔مثلا:''فَاِن کُنتَ فِی شَكٍّ مِّمَّآ أَنزَلْنَآ اِلَیْكَ فَاسْأَلِ الَّذِینَ یَقْرَءُونَ الْکِتَابَ مِن قَبْلِكَ لَقَدْ جَاءَكَ الْحَقُّ مِن رَّبِّكَ فَلَا تَکُونَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِینَ۔''وقال اللّٰہ :'' أَقْرَأْ کِتَبَكَ کَفَیٰ بِنَفْسِكَ الْیَوْمَ عَلَیْكَ حَسِیبا۔''وقال اللّٰہ : وَاِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ جَعَلْنَا بَیْنَكَ وَبَیْنَ الَّذِینَ لَا یُؤْمِنُونَ بِالآخِرَةِ حِجَاباً مَّسْتُوراً۔''وقال الله : اِنَّ رَبَّكَ یَعْلَمُ اَنَّكَ تَقُومُ أَدْنَیٰ مِن ثُلُثَیِ اَلَّیْلِ وَنِصْفَهُ وَثُلُثَهُ وَطَآئِفَةٌ مِّنَ الَّذِینَ مَعَكَ وَاللَّهُ یُقَدِّرُ الَّیْلَ وَالنَّهَارَ عَلِمَ أَن لَّن تُحْصُوهُ فَتَابَ عَلَیْکُمْ فَاقْرَءُوا مَا تَیَسَّرَ مِنَ الْقُرْآن۔''

☆ **تلاوت: امام راغب لکھتے ہیں**:''تَلَاه : تبعه متابعة لیس بینهم ما لیس منها، وذلك یکون تارة بالجسم وتارة بالاقتداء فی الحکم، ومصدره: تُلُوٌّ وتُلُوٌّ، وتارة بالقراءة وتدبّر المعنی، ومصدره: تِلَاوة وَالْقَمَرِ اِذا تَلَاها (الشمس/۲) (ت ل و) تلاه (ن) کے معنی کسی کے پیچھے پیچھے اس طرح چلنا کے ہیں کہ ان کے درمیان کوئی اجنبی کو چیز حائل نہ ہو یہ کہیں تو جسمانی طور ہوتا ہے اور کہیں اس کے احکام کا اتباع کرنے سے اس معنی میں اس کا مصدر تلو اور تلوآ تا ہے اور کبھی یہ متابعت کسی کتاب کی قراءت (پڑھنے) اور اس کے معانی سمجھنے کے لئے غور وفکر کرنے کی صورت میں ہوتی ہے، اس معنی کے لئے اس کا مصدر تلاوۃ آتا ہے۔اور آیت کریمہ:۔وَالْقَمَرِ اِذا تَلَاها (الشمس/۲)اور چاند کی قسم جب وہ سورج کا اتباع کرتا ہے۔

التِّلَاوةُ فِی اللُّغةِ: الْقِرَاءةُ، تَقُول: تَلَوْتُ الْقُرْآنَ تِلَاوَةً قِرَاءَتَهُ، وَتَأْتِی بِمَعْنَی تَبِعَ، تَقُول: تَلَوْتُ الرَّجُل أَتْلُوهُ تُلُوًّا: تَبِعْتَهُ، وَتَتَالَتِ الأُمُورُ: تَلَا بَعْضُهَا بَعْضًا...... وَتَأْتِی بِمَعْنَی التَّرْكِ وَالْخِذْلَان۔

وَالتِّلَاوَةُ اصْطِلَاحًا: هِیَ قِرَاءَةُ الْقُرْآن مُتَتَابِعَةً ......وَفِی فُرُوقِ اَبِی هِلَالٍ: الْفَرْقُ بَیْنَ الْقِرَاءةِ وَالتِّلَاوَةِ: اَنَّ التِّلَاوَةَ لَا تَکُونُ اِلَّا لِکَلِمَتَیْنِ فَصَاعِدًا، وَالْقِرَاءةُ تَکُونُ لِلْکَلِمَةِ الْوَاحِدَةِ، یُقَال قَرَأَ فُلَانٌ اسْمَهُ، وَلَا یُقَال تَلَا اسْمَهُ، وَذٰلِكَ أَنَّ أَصْل التِّلَاوَةِ اتِّبَاعُ الشَّیْءِ الشَّیْء، یُقَال تَلَاهُ: اذَا تَبِعَهُ، فَتَکُونُ التِّلَاوَةُ فِی الْکَلِمَاتِ یَتْبَعُ بَعْضُهَا بَعْضًا، وَلَا تَکُونُ فِی الْکَلِمَةِ الْوَاحِدَةِ اِذْ لَا یَصِحُّ فِیهَا التُّلُوُّ۔وَقَال صَاحِبُ الْکُلِّیَّاتِ: الْقِرَائَةُ أَعَمُّ مِنَ التِّلَاوَةِ'' (لسان العرب، والمصباح المنیر مادة (تلو) (الکلیات ۲/۹۵، الفروق لابی الهلال العسکری/۸۴) یعنی تلاوت، حروف کی واضح ادائیگی اور فہم معانی کے ساتھ پڑھنے کو کہتے ہیں، یہ لفظ قرآن کریم میں دیگر معانی میں بھی مستعمل ہے۔جیسے: مطلق قراءت کے معنی میں جیسے آل عمران/۹۳ میں '' قل فاتوا بالتوراة فاتلوها ان کنتم صادقین''، اتباع احکام میں جیسے سورہ الشّمس/۲ میں: ''والقمر اذا تلاها''، عمل کرنے کے معنی میں، جیسے البقرة/۱۲۱ میں:''الذین آتیناهم الکتاب یتلونه حق تلاوته، أی یعملون به حق عمله، (قاله مجاهد فی تفسیره) نقل وروایت کے معنی میں، جیسے البقرة/۱۰۲ میں:'' واتبعوا ما تتلوا الشیاطین علی ملك سلیمان۔'' وحی بھیجنے کے معنی میں، جیسے :القصص/۳ میں:'' نتلوا علیك من نبإ موسیٰ وفرعون بالحق ۔'' لیکن ''اتباع احکام'' لفظ تلاوت کے سب سے مشہور معنی ہیں۔'' الَّذِینَ آتَیْنَاهُمُ الْکِتَابَ یَتْلُونَهُ حَقَّ تِلَاوَتِهِ اُولَئِكَ یُؤْمِنُون بِهِ وَمن یَکْفُرْ بِهِ فَاُولَئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ (البقرة: ۱۲۱) میں یہی معنی مراد ہیں۔علامہ ابن کثیر اور طبری نے ابن مسعود سے یہاں تلاوت کے معنی یہ نقل کئے ہیں کہ قرآن کے حلال کو حلال اور حرام کردہ چیز کو حرام سمجھا جائے اور من مانی تاویل وتفسیر یا کسی بھی قسم کی تبدیل وتحریف سے اجتناب کیا جائے۔''تلاوت'' اور ''قرأت'' میں عموم خصوص مطلق کی نسبت ہے۔یعنی ہر تلاوت قرأت کہلائے گی لیکن ہر قرأت تلاوت کو شامل نہیں۔

☆ **ترتیل**: انتہائی سکون کے ساتھ مرتب، متوازن، معتدل ومتناسب انداز واسلوب میں پڑھنے کو'' ترتیل'' کہتے ہیں، جس میں حسن تناسب کے ساتھ خوش الحانی وخوش آوازی بھی داخل ہے۔نزول قرآن کی ترتیب یہی تھی۔ (بقیہ صفحہ ۱۰ر پر)

عیدالفطر؛ نماز شکر

مولانا انیس الرحمٰن قاسمی، ناظم امارت شرعیہ

عیدکادن خوشی کادن ہے اور یہ اللہ کے احسان کو یادکرکے اس کا شکرادا کرنے کادن ہے۔للہ تعالی نے ارشاد فرمایاہے:’’اللہ تمہارے ساتھ نرمی کرنا چاہتا ہے، سختی کرنانہیں چاہتا؛اس لیے یہ طریقہ تمہیں بتایا جارہاہے؛ تاکہ تم روزوں کی تعداد پوری کرسکواورجس ہدایت سے اللہ نے تمہیں سرفراز کیا ہے،اس پراللہ کی کبریائی کااظہار واعتراف کرواورشکرکرو‘‘۔(سورۃ البقرۃ:۱۸۵)

عیدکادن اجتماعی عبادت وشادمانی اورخداکی رضاوخوشنودی کادن ہے،انسانی فطرت ہے کہ قوم کے سارے افراد بڑے اورچھوٹے،جب کسی خاص مقصد کے لیے اپنے اپنے گھروں سے نکل کر بڑی جگہ جمع ہوتے ہیں تو فطری طورپران کے اندرمسرت وشادمانی کے جذبات پیدا ہوتے ہیں اوروہ دن ان کے لیے زندگی سے بھرپوردن بن جاتا ہے،اس دن ان کی افرادی شان وشوکت کااظہار ہوتاہے،عیدکادن بھی امت محمدیہ کے لیے ایسا ہی دن ہے،جس میں ان کی خوشی وشادمانی کاظہور ہوتاہے اورایک خاص مقصد سے جمع ہونے پران کی روح میں بالیدگی اورعظمت وجلالت میں اضافہ ہوتاہے،مگرافسوس ہے کہ عہدرسالت پرجیسے جیسے زمانہ طویل گذرتا گیااورنورنبوت لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل ہونے لگا،عیدکا مقصداورخطبۂ عیدکاحقیقی پیغام بھی فوت ہوتا گیااورعیدکی روح وحقیقت پرتوجہ کے بجائے رسوم وعادات اور ظاہری صورت وشکل کی نگہداشت پرقوت صرف ہونے لگی؛اس لیے آج اس کی ضرورت ہے کہ عید کی اصل حقیقت وروح کوعام کیاجائے اور بتایا جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اورآپ کے صحابہ کی عید کیسی ہوا کرتی تھی۔جوچیزانسان کی روحانی زندگی کے لیے سمِ قاتل اورروح کواس کے اصل منبع وسرچشمہ(ذات الٰہی)سے پھیرنے والی ہے،وہ ہے خواہشات نفس کی پیروی،جس کے تحت انسان اندھاہوکر معدہ کی پیروی شروع کردیتا ہے اورہرجائزوناجائز حلال وحرام سے اس جہنم کوبھرنے میں لگ جاتا ہے،نتیجہ کے طورپرانسان کی ساری زندگی معدہ کے نظام کے گردگردش کرنے لگتی ہے،روزہ اسی لذت پسندی وخواہشات نفس کی پیروی پرروک لگاتا ہےاوررمضان کے پورے مہینہ میں جب کوئی شخص صبح صادق سے غروب آفتاب تک معدہ کے نظام پربھوکاپیاسا رہ کرقابوپالیتا ہےاورحقیقی روزہ اسے نصیب ہوتا ہےتواس کوتقویٰ کا منصب عطا ہوتا ہےاوروہ اللہ کے نزدیک متقین میں شمار ہوتا ہےاورمہینہ ختم ہونے پرجس شام چاندنظرآتا ہےتواس کی بلندروحانی زندگی کی تکمیل ہوجاتی ہےاوراس رات اللہ کی طرف سے انعام واکرام کی بارش ہوتی ہے؛اسی لیے ایمان والوں کو ہلال عید کاانتظار ہوتا ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:’’چاند دیکھ کرروزہ رکھواورچاند دیکھ کرافطار(عیدالفطر) کرواوراگرچاندنظرنہ آئے تو پھرتیس دن کی گنتی پوری کرو‘‘۔(صحیح البخاری، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم إذارأیتم الہلال فصوموا)

رمضان کے آخری دنوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی میں اعتکاف کرتے تھےاورآخری دن صحابہ کرام چاند دیکھنے کااہتمام کرتے تھےاورچاندنظرآجاتا تورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوبتادیتے تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم خودبھی چاند دیکھنے کااہتمام کرتے تھےاورجب چاندنظرآجاتا تواپنے رب کاشکراداکرتے ہوئے یوں گویاہوتے:’’**اللّٰهم أهله علينا بالأمن والإيمان والسلامة والإسلام ربي وربك الله**‘‘. (سنن الترمذی، باب مایقول عندرویۃ الہلال)(اے اللہ!اس چاندکوہمارے لیے امن وایمان اورسلامتی واسلام کاچاند بناکرنکال،اے چاند!میرا اورتمہارارب اللہ ہی ہے۔)

ایمان سے بھرپورذکرالٰہی سے ترزبان کےاوپرجاری یہ دعائیہ الفاظ اس بات کوواضح کرتے ہیں کہ مومن کی توجہ ہرلمحہ اللہ کی طرف ہونی چاہئے،عیدگرچہ چاندکی رونمائی پرمعلق ہے،مگرحقیقت یہ ہے کہ چاند بےتاثیر ہے،وہ تو علامت ہے حکم رب کی اوررب ایک ہی ہے،جوہماری اورساری کائنات اورنظام شمسی کی پرورش کرتا ہےاوروہ اللہ ہے۔

ہلال عید کےطلوع کےساتھ اعتکاف ختم ہوجاتا ہےاورشب عیدشروع ہوجاتی ہے، یہ شب ایسی ہے، جوانعام واکرام کے لیے خاص ہے؛اس لیے ایمان والے بندے اس شب کوگپ وشپ کی محفلوں،یا بازاروں ودکانوں میں نہیں گزارتے؛ بلکہ اللہ جل شانہ کےاکرام وانعام کے انتظارمیں اس کی عبادت میں مشغول ہوجاتے ہیں،رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ اس رات میں خاص عبادت کی تھی۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شب کے بارے میں فرمایا ہے:’’پھرجب عیدالفطرکی رات ہوتی ہےتواس کا نام(آسمانوں پر)لیلۃ الجائزۃ؛یعنی انعام کی رات سے لیا جاتا ہے‘‘۔(المعجم الکبیرللطبرانی، باب فیمااعداللہ عزوجل للمؤمنین:۱/۲۲۶)

دوسری حدیث میں ارشاد ہے:’’جوشخص پانچوں راتوں میں(عبادت کے لیے)جاگے،اس کی دعائیں قبول ہوتی ہیں،لیلۃ الترویہ(آٹھ ذی الحجہ کی رات)،لیلۃ العرفہ نوی ذی الحجہ کی رات،لیلۃ النحر دسویں ذی الحجہ کی رات اور عیدالفطرکی رات اورشب برأت؛یعنی پندرہ شعبان کی رات‘‘۔(مصنف عبدالرزاق، باب النصف من شعبان)

اسی لیے فقہانے بھی عیدین کی رات میں جاگنااورعبادت کرنامستحب لکھاہے،امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مجھ تک یہ خبرپہونچی ہے کہ پانچ راتیں دعاکی قبولیت کی ہیں:’’جمعہ کی رات،عیدین کی راتیں، رجب کے مہینہ کی پہلی رات اورنصف شعبان کی رات‘‘۔(سنن کبریٰ بیہقی، باب عبادۃ لیلۃ العیدین)

آپ غورکیجیے کہ شب عیدختم ہوتے ہی جب مشرق سے سورج کی پہلی شعاع فضاء بسیط پرپڑنےلگتی ہےاورصبح صادق طلوع ہوتی ہےتوفرشتے زمین پرقطارلگاکرکھڑے ہوجاتے ہیں؛تاکہ ایمان والوں کاعیدگاہ کے راستہ میں استقبال کریں،رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں ہیں اورعیدکی شروعات بھی مدینہ کی آمد سے فرضیت صیام رمضان کے بعد ہوئی ہے،یہ ۲ھ کاسال ہے،گرمی کا موسم ہے،رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجرکی نمازاداکرتے ہیں،اس کے بعدصلوٰۃ العیدکی تیاری فرماتے ہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کوخاص طورپرغسل فرمایا،غسل کے بعدآپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ تھی کہ اپنے بالوں میں کنگھا کرتے،آنکھوں میں سرمہ لگاتے،خوشبو بدن پرملتے،اگرناخن بڑھے ہوئے ہوتے توان کوتراشتے اوربدن کے زائد بالوں کواتارتے۔غسل کے بعدرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید کےروز اپنے موجود کپڑوں میں جوعمدہ کپڑا ہوتا اسے زیب تن فرماتے،آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس یمنی حلہ تھا،جس کی دھاریاں سرخ تھیں،عام طورپراس حلہ کوپہنتے اورلوگوں کوآپ جمعہ اورعیدین کے لیے عمدہ کپڑا پہننے کے لیے فرماتے؛ کیونکہ اس جیسے اجتماع کے موقع پرعمدہ کپڑا حسب استطاعت پہننا اللہ تعالیٰ کوپسند ہے،یہ قطعاً مناسب نہیں کہ عید کے لیے لازمی طورپرغیرضروری اخراجات کرکے نئے اوربیش قیمت کپڑے بنائے جائیں،اس زمانہ میں نئے کپڑوں کی خریداری اورعید کے لیے اس کوجزو لازم کے طورپراختیارکرنے کامزاج پیدا ہوگیاہے،اس میں اسراف وفضول خرچی عام ہے،اس سے بچنا چاہیے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عیدگاہ جانے سے پہلے صدقۃ الفطرکی ادائیگی کاحکم فرماتے تھے؛تاکہ مسرت کےاس دن میں صدقۂ فطرکے ذریعہ محتاجوں ومسکینوں کی بھی شکم سیری وآسودگی کاانتظام ہوجائے اوراللہ کے حضورعیدگاہ اس حال میں جائیں کہ اگران کی زبان کی بےاحتیاطوں وبےباکیوں سےروزے پرجوبرےاثرات پڑے ہوں،یہ صدقۂ فطران کاکفارہ بھی ہوجائے،رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نقل فرماتے ہیں:’’آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزوں کوفضول ولایعنی اورفحش باتوں کےاثرات سے پاک وصاف کرنے کے لیےاورمسکینوں محتاجوں کےکھانے کے بندوبست کے لیےصدقہ فطرکوواجب قراردیا‘‘۔(سنن ابی داؤد، باب زکوٰۃ الفطر)

صدقۂ فطرکی مزید تفصیل،اس کی ادائیگی کے وقت اورمقدار کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں:’’رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں میں سے ہرغلام وآزاد پراورہرمردوعورت پراور ہر بڑےاورچھوٹے پرصدقۂ فطرلازم کیا ہےاوریہ صدقہ فطرایک صاع کھجوریاایک صاع جو ہےاورحکم دیا ہے کہ یہ صدقہ فطرنمازعید کے لیے جانے سے پہلےاداکردیا جائے‘‘۔(صحیح البخاری، باب فرض صدقۃ الفطر)

یہ صدقہ غریبوں ومسکینوں پرواجب نہیں ہے؛ بلکہ ایسے مالداروغنی شخص پرواجب ہے،جوعید کے دن ساڑھے باون تولہ چاندی،یاساڑھے سات تولہ سونا،یااس کے بقدرروپیہ کامالک ہو،ایسا شخص خوداپنی طرف سےاوراپنے نابالغ بچوں کی طرف سے بھی اداکرے گا،یہ تو واجب ہے،مگربہتر یہ ہے کہ جوشخص اتنی مالیت نہ رکھتا ہو،وہ بھی صدقۂ فطرنکالے؛تاکہ فقراومساکین کے لیےاس دن تنگی نہ ہواورخوداس کےروزہ کے برےاثرات زائل ہوجائیں،اگرصدقۂ فطررمضان میں اداکیاجائے توبھی صحیح ہے۔ایک صاع کی مقدارایک کیلو چھ سوبانوے گرام کے قریب ہے،اس زمانہ میں چھوٹے گھرانہ کی غذاکے لیے یہ مقدارکافی ہوتی تھی؛اس لیےاس حساب سے صدقہ اداکرناضروری قراردیا گیا،جس سےایک گھرانہ کےایک دن،یاایک وقت کےکھانے کاخرچ چل سکے۔(تفصیل کے لیے دیکھئے!کتاب العشر والزکوٰۃ:۳۱۵)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عیدگاہ جانے سے پہلے چندکھجوریں کھاتے تھے؛تاکہ یہ دن جواللہ کی طرف سے’’فطر‘‘،یعنی روزہ نہ رکھنےاورکھانے کادن ہے،اس کااظہار ہوسکے،رمضان کے مہینہ میں نہ کھانااورنہ پیناہی عبادت تھااورآج اللہ کی رضاوخوشنودی اس میں ہے کہ صبح صبح کچھ کھائے،آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:’’رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عیدالفطر کے دن نمازکوتشریف لے جانے سے پہلے چندکھجوریں کھاتے تھے،جوطاق عددمیں ہوتے تھے(تین،پانچ یاسات)‘‘۔(صحیح البخاری، باب الأکل یوم الفطرقبل الخروج)

جب روشنی پھیل جاتی تورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عیدگاہ کے لیے روانہ ہوتے،عام طورپرآپ کامعمول ہوتا کہ ایک راستہ سے گزرتے ہوئے عیدگاہ جاتے اوردوسرے راستہ سے نماز کے بعدواپس آتے۔حضرت جابررضی اللہ عنہ کہتے ہیں:’’رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید کے دن(عیدگاہ جانےاورآنے میں)راستہ بدل دیتے تھے‘‘۔(صحیح البخاری باب من خالف الطریق اذارجع یوم العید)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدمیں مدینہ طیبہ کی آبادی سے باہروہ صحرائی میدان عیدگاہ کے لیے مخصوص تھا،جہاں حجاج آکرٹھہرتے اورسامان اتارتے تھے،یہ مسجد نبوی سے تقریباً ایک ہزارقدم کی دوری پرمشرقی جانب میں تھا،اس کےاردگردکوئی چہاردیواری نہ تھی؛ بلکہ ایک چٹیل صحرائی میدان تھا،جس میں آپ نمازعیداداکرتے تھے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اورتمام بالغ مردوں کےعلاوہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدمیں عورتیں اوربچے بھی عیدگاہ پہنچتے تھےاورمردوں سےالگ ایک جگہ عورتیں جمع ہوتی تھیں اورنمازپڑھتی تھیں،گرچہ ان پریہ نمازواجب نہ تھی؛لیکن زمانۂ مابعدمیں جب مسلم معاشرہ میں فسادآگیااوران کے نکلنےاورعیدگاہ جانے میں فتنہ وشرکااندیشہ پیدا ہوگیا توجس طرح فقہاء امت نے جمعہ اورنماز پنجگانہ کے لیے خواتین کامسجدوں میں آنا مناسب نہیں سمجھا،اسی طرح نمازعید کے لیے ان کاعیدگاہ جانا بھی مناسب نہیں سمجھا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب عیدگاہ پہنچتے توآفتاب افق سے تقریباً دونیزہ اوپربلندی پرجاکرچمک رہا ہوتا،آپ کے پہنچنے کے بعدصفیں درست ہوجاتیں اورآپ نمازپڑھانے کے لیے آگے بڑھ جاتے،آپ صلی اللہ علیہ وسلم کےآگے نیزہ گاڑدیاجاتا تھا،آپ نمازدورکعت پڑھاتے تھےاوراس میں قرآن مجید کی تلاوت قیام کی حالت میں بلندآواز سے کرتے تھے،کبھی سورۂ ق اورسورۂ قمراورکبھی سورہ اعلیٰ اورسورۂ غاشیہ پڑھا کرتے تھے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نمازپڑھا کرفارغ ہوتے تولوگوں کی طرف رخ کرکے خطبہ کے لیے کھڑے ہوتے اورلوگ بدستورصفوں میں بیٹھے رہتے،پھرآپ ان کووعظ ونصیحت فرماتے اوراحکام دیتے،اگرآپ کاارادہ کوئی لشکر،یادستہ تیارکرکے کسی طرف روانہ کرنے کا ہوتا توآپ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ کے بعداس کوبھی روانہ کرتے،اسی طرح کسی دیگراجتماعی وانفرادی امورسے متعلق آپ کوکوئی حکم دینا ہوتا تواسی موقع پروہ بھی دیتے تھے،کبھی ضرورت ہوئی توجہاں عورتیں جمع ہوتیں،وہاں جاکران کووعظ ونصیحت کرتے بالخصوص صدقہ وخیرات اداکرنے کی ترغیب دیتے۔(بخاری، کتاب العیدین)عیدین کی نمازرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدمیں عیدگاہ میں ہواکرتی تھی،البتہ ایک بارعید کے دن بارش ہوئی تھی،اس کی وجہ سےآپ صلی اللہ علیہ وسلم نے’’مسجد‘‘میں عید کی نمازپڑھی۔حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:’’ایک دفعہ عید کے دن بارش ہوئی تورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کوعید کی نمازمسجد نبوی میں پڑھائی‘‘۔(سنن ابن ماجہ، باب ماجاء فی صلاۃ العید فی المسجد إذاکان مطر)رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کامعمول تھا کہ یکم شوال کو؛یعنی رمضان ختم ہونے کے دوسرے دن عیدالفطرکی نمازادا کرتے،مگرایک دفعہ ایسا اتفاق ہوا کہ رمضان کی ۲۹؍تاریخ کومدینہ میں عیدکا چاندنظرنہیں آیا تو قاعدہ کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اگلے دن روزہ رکھا؛لیکن دن ہی میں کسی وقت باہرکاکوئی قافلہ مدینہ طیبہ پہنچااوران لوگوں نے گواہی دی کہ ہم نے کل شام چاند دیکھا تھاتوآپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی گواہی قبول فرمالی (بقیہ صفحہ۹؍پر)

rs\MD ASADULLAH\Downloads\Naqueeb 11-6-2018.inp 16-06-2018 00:09 PAGE 7 (1,1)

مسلمانوں کے خلاف بڑھتی ہوئی نفرت کو کیسے روکا جائے

ڈاکٹر محمد منظور عالم

ہندوستان اور مسلمان کے درمیان لزوم کا رشتہ ہے، ملک کی تعمیر وترقی میں مسلمانوں کا کردار سب سے نمایاں ہے، تاریخ سے مسلمانوں کی خدمات، ان کے کمالات کبھی بھی فراموش نہیں کیے جاسکتے ہیں خواہ مسلم حکمرانوں کے دور کی بات کی جائے، جنگ آزادی کی جدجہد کا جائزہ لیا جائے یا پھر آزادی کے بعد قائم ہونے والی جمہوری حکومت پر نگاہ ڈالی جائے۔ ہر دور میں مسلمانوں کی خدمات سبھی پر فائق نظر آتی ہے، ملک کیلئے دی گئی مسلمانوں کی قربانیاں ہر ایک بام ودر سے عیاں ہوتی ہے اور یہ کہا جاسکتا ہے کہ مسلمانوں کی خدمات، ان کی قربانیاں، ان کی دانشمندی اور ذہانت وفراست کا اعتراف کیئے بغیر اس ملک کا نہ تو وجود سمجھا جاسکتا ہے اور نہ ہی اس کی تاریخ مکمل ہوسکتی ہے۔ مسلمانوں کی یہ خدمات تاریخ کے صفحات میں درج ہیں اور پوری دنیا نے تسلیم کیا ہے، متعصب مورخین نے یہاں کی تاریخ لکھتے وقت مسلمانوں کے عظیم کارناموں کو نظر انداز کرنے کی بہت کوششیں بھی کیں؛ لیکن کوئی صورت نہیں بن سکی۔

دوسری طرف سنگھ پریوار ہے جس کے ہاتھ میں آج زمام اقتدار ہے، ملک کے سیاہ وسفید پر ان کا قبضہ ہے اور اپنے سوا کسی کا وجود انہیں برداشت نہیں ہے، نہ انہیں مسلمانوں کا وجود گوارا ہے اور نہ ہی دلتوں کی آزادی انہیں بھاتی ہے، یہ چاہتے ہیں کہ ہندوستان ان کی منشاء اور مرضی کے مطابق چلے، ڈاکٹر بھیم راؤ امبیڈکر کے بنائے گئے آئین کے بجائے منواسمرتی کا نظام یہاں نافذ ہوجائے، ہندوستان کی سرزمین پر برہمنوں اور دیگر اعلی ذات کی عوام کے سوا کسی کو اقتدار کرنے، حکومت میں حصہ داری اور لیڈرشپ کا حق نہ ہو۔ ہندوستان کو اپنی جاگیر بنانے، اپنا نظام نافذ کرنے اور خود ساختہ دستور کو لاگو کرنے کیلئے وہ کئی طرح کے ہتکھنڈے اپنا رہے ہیں، حب الوطنی کی نئی تشریح، مسلم مخالف پالیسی، دلتوں اور دیگر قوموں سے بظاہر ہمدردی، ہندتوا کے نام پر عوام کا جذباتی استحصال، نفرت کی آبیاری وغیرہ اسی مہم کا حصہ ہے۔ ان کے انداز سے پتہ چلتا ہے کہ ہندوستان کی آزادی صرف انہیں کی قربانیوں کا نتیجہ ہے، ملک کی تعمیر وترقی میں انہیں کا کلیدی رول ہے، سماجی، اقتصادی اور سیاسی ترقی جو کچھ بھی ہے وہ انہیں کی جدوجہد کی وجہ سے ملی ہے، دلتوں کو غلامی سے نجات مل جانا انہیں کی کوششوں کا نتیجہ ہے، ملک کی تعمیر کیلئے ہر محاذ پر انہوں نے ہی قربانیاں دی ہیں، ہندوستان کی آزادی، تعمیر وترقی اور اس کے قد کو بڑھانے کیلئے ان کے علاوہ کسی اور نے کوئی کارنامہ انجام نہیں دیا ہے جبکہ حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے کہ حب الوطنی کا ان کے یہاں کوئی وجود نہیں ملتا ہے، برسوں تک آر ایس ایس نے اپنے ہیڈکوارٹر پر ترنگا نہیں لہرایا ہے، ملک کے دو عظیم قومی تہوار یوم آزادی اور یوم جمہوریہ پر خوشیوں کا ترانہ گانے سے گریز کرتے ہیں۔ یہ بھی تاریخی سچائی ہے کہ ہندوستان کی آزادی میں ان کا ذرہ برابر بھی کوئی کردار نہیں ہے، جب مجاہدین آزادی انگریزوں کے سامنے سینہ سپر تھے، ملک کو غلامی کے دلدل سے نجات دلانے کیلئے جانوں کی قربانیاں دے رہے تھے، انگریزوں کے ناپاک قدم کو یہاں باہر نکالنے کیلئے شب وروز ایک کرکے میدان عمل میں سرگرم تھے ان دنوں سنگھ پریوار انگریزوں کے شانہ بشانہ کھڑا تھا، آر ایس ایس ان کیلئے جاسوسی کا کام کررہی تھی، آزادی کی مخالفت میں تحریک چلارہی تھی، یہ لوگ انگریزوں کے خلاف لڑنے کے بجائے ان کی غاصبانہ حکومت کو برقرار رکھنے کیلئے جدوجہد کررہے تھے، یہ چاہتے تھے کہ ہندوستان کو آزادی نہ ملے، برٹش حکومت ہی یہاں برقرار رہے؛ لیکن ان کی ناپاک کوشش کامیاب نہیں ہوئی، ملک کو آزادی ملی؛ لیکن المیہ یہ دیکھئے کہ آزادی ملنے کے بعد بھی یہ ملک کے نہیں ہوسکے، آزادی کے روح رواں مہاتما گاندھی کے قاتل گوڈسے کے وفات کی برسی مناتے ہیں، مجاہدین آزادی کی بےلوث قربانیوں کو ہی کٹہرے میں کھڑا کردیا، جن لوگوں کی جدوجہد سے آج انہیں اقتدار نصیب ہوا ہے، انہیں کو ملک بدر کرنے کی پلاننگ کررہے ہیں۔

حقائق اور تلخ سچائی کے عیاں ہونے کے باوجود آج آر ایس ایس کا دعوی ہے کہ اس ملک پر ان کے سوا کسی کو اقتدار کا حق نہیں ہے، کسی اور قوم کا وجود ان کی اصل شناخت کے ساتھ گوارا نہیں ہے اور اس کیلئے وہ ہر طرح کے حربے اپنا رہی ہے، مسلمانوں کو آپس میں تقسیم کرنے کی منصوبہ بندی پر عمل پیرا ہے، اشتعال انگیز بیانات دیکر، مختلف الزامات کے تحت مسلمانوں پر حملہ کرکے ان کی شناخت مٹانے اور انہیں خوف زدہ کررہی ہے؛ کیوں کہ انہیں لگتا ہے کہ ہمارے لئے سب سے بڑی رکاوٹ یہی مسلمان ہیں، انہی کی وجہ سے برہمن واد کا خاتمہ ہوا تھا آج پھر اسلام کو پھلنے پھولنے کا موقع ملا تو ہمارا منصوبہ ناکام ہوجائے گا۔ اپنے اس مشن کی تکمیل کیلئے یہ دلتوں کو بھی ہندو بنانے کی کوشش کررہے ہیں، ان پر بے انتہاء مظالم بھی ڈھا رہے ہیں، گئو تحفظ اور دیگر کئی الزامات میں مسلمانوں کے ساتھ ان کے قتل کا بھی سلسلہ جاری ہے، ووٹ کی خاطر ان کا یہ کھلا تضاد بھی قابل دید ہے کہ انہیں قتل کرنے، ظلم وستم ڈھانے کے ساتھ ایک دلت لیڈر کو صدر جمہوریہ بنایا ہے۔ دوسری طرف اسلام کے خلاف ہر روز نت نئی سازشیں کررہے ہیں، اسلامی تعلیمات تک دلتوں اور نوجوانوں کی رسائی کو روکنا چاہتے ہیں، ان کی یہ منصوبہ بندی ہے کہ نئی نسل اسلام کی صحیح تعلیمات نہ جان سکے، جہاں تک ہوسکے اسلام کی غلط ترجمانی کی جائے، اس عظیم مذہب کی غلط تشریح دنیا کے سامنے عموماً اور ہندوستان میں خصوصیت کے ساتھ پیش کی جائے۔ ذرہ برابر بھی کوئی بہتر خیال وگمان اسلام کے بارے میں باقی نہ رہے، اس مشن کی تکمیل کیلئے انہوں نے ہزاروں صفحات سیاہ کئے ہیں، سینکڑوں کتابیں، ہزاروں لٹریچر اور مضامین اسلام کی مخالفت میں لکھے ہیں، سادہ لوح عوام کے دلوں میں مسلمانوں سے نفرت پیدا کرنے کیلئے لو جہاد، گؤ تحفظ، راشٹرواد، ترنگا یاترا جیسی کئی مہم انہوں نے چھیڑی ہوئی ہے ان سب کا مقصد صرف ایک ہے کہ ہندوستانی عوام کے دلوں میں اسلام کے تئیں نفرت پیدا ہوجائے۔ یہ سب وہ اس لئے کررہے ہیں؛ کیوں کہ انہیں معلوم ہے کہ اسلام واحد مذہب ہے، جو تمام انسانوں کے یکساں حقوق کی بات کرتا ہے، مساوات، بھائی چارگی، آزادی اور انصاف کی وکالت کرتا ہے، انسانی غلامی کی شدید مذمت کرتا ہے۔

آر ایس ایس اپنے اس منصوبہ میں کامیابی کی جانب گامزن ہے، اچھی خاصی اسے کامیابی مل چکی ہے، بلا مبالغہ ملک کی تیس فیصد آبادی اس کے دام فریب میں آچکی ہے اور یہ مہم دن بہ دن بڑھتی جارہی ہے ایسے میں ملک کے علماء ودانشوران کو سر جوڑ کر بیٹھنا ہوگا، اس بارے میں گہرائی سے غور وفکر کرنا ہوگا، اس نفرت انگیز مہم کو روکنے کیلئے کوئی لائحہ عمل اپنانا ہوگا کیوں کہ عوام کے دلوں میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف بڑھتی ہوئی نفرت انگیز مہم آئندہ دنوں میں اس سے بھی خطرناک شکل اختیار کرلے گی، ایک مسلمان کے لیے اسلامی تشخص کا برقرار رکھنا بہت مشکل ہوجائے گا۔ (بقیہ صفحہ ۹؍ پر)

عیدالفطر؛ عطیۂ خداوندی اور انعام الٰہی کا دن

مولانا نورالحق رحمانی استاذ المعہد العالی امارت شرعیہ

رمضان المبارک کا مہینہ اور روزہ ختم ہونے کے بعد جو پہلا دن آتا ہے وہ شوال المکرّم کی پہلی تاریخ اور عیدالفطر کا دن ہے، یہ دن اللہ رب العزت کی طرف سے اس کے ان مومن بندوں کے لیے جنہوں نے اس کے حکم سے پورے ایک ماہ کا روزہ رکھا اور اس مقدس عبادت اور پر مشقت مجاہدہ اور ریاضت میں اپنے آپ کو خوشدلی سے لگایا، ایک انعام کا دن ہے، اللہ کی طرف سے ایک عطیہ اور بخشش ونوازش ہے جو اس کے حکم کی تعمیل کے صلے میں حاصل ہوتا ہے۔

اسلام دین فطرت ہے اس کے جملہ احکام انسانی فطرت سے ہم آہنگ ہیں، عید منانا اوا جتماعی طور پر خوشی ومسرت کا اظہار کرنا، دعوت کھانا اور کھلانا انسانی فطرت کا تقاضا ہے، آدمی چاہتا ہے کہ سال بھر میں ایک دو دن ایسے آئیں جن میں وہ روزمرہ کے مشاغل اور معاشی تگ ودو سے کنارہ کش ہوکر خوشی منائے، اسلام نے انسانی فطرت کی رعایت کرتے ہوئے اپنے پیروکاروں کے لیے خوشی کے دو دن مقرر کیے، ایک یہی عیدالفطر کا دن اور دوسرے عیدالاضحیٰ (قربانی کا دن)

عید کو عید کیوں کہا جاتا ہے، ملا علی قاری شارح مشکاۃ المصابیح نے اس کی وجہ تسمیہ بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ: عید کا نام عید اس لیے رکھا گیا کہ وہ ہر سال لوٹ کر آتا ہے، وہ عود سے مشتق ہے، جس کے معنی لوٹنے کے ہیں، یہ لفظ اصل میں عِوْد ہے یعنی عین کو کسرہ ہے اور اس کے بعد واو ساکن ہے اور عربی کا قاعدہ ہے کہ جو واو ساکن ہو اور اس کے ماقبل مکسور ہو اسے یاء سے بدل دیتے ہیں اسی قاعدے کی رو سے یہ لفظ عِود سے عید بن گیا۔ اور الازھار میں آیا ہے کہ ہر وہ اجتماع جو خوشی ومسرت کے طور پر ہو وہ عرب کے نزدیک عید کہلاتا ہے، جس کے لوٹنے سے خوشی ومسرت لوٹ کر آتی ہے، چونکہ خوشی ومسرت کا یہ اجتماع ہر سال لوٹ کر آتا ہے اس لیے اہل عرب اسے عید کہتے ہیں، اور ایک تیسری وجہ عید کو عید کہنے کی یہ ہے کہ اس دن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر مغفرت اور رحمت کو لوٹاتے ہیں اسی بنا پر کہا گیا کہ عید اس کی نہیں ہے جو نئے کپڑے پہن لے بلکہ عید اس کی ہے جو اللہ کی وعید سے امن پا جائے اور بچ جائے۔ اور امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ روزہ کی وجہ سے جو جائز اور مباح امور حرام ہوگئے تھے اس دن کے آنے پر پھر ان کا جواز لوٹ آتا ہے اور ممانعت ختم ہوجاتی ہے اس لیے اس کو عید کہتے ہیں۔ عید کے سلسلہ میں سنن ابوداؤد اور سنن بیہقی میں یہ روایت حضرت انسؓ سے مروی ہے:

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف تو دیکھا کہ یہاں لوگ سال کے دو دنوں میں کھیل کود کرتے ہیں اور اجتماعی طور پر خوشی ومسرت کا اظہار فرماتے ہیں تو آپ نے ان سے پوچھا یہ دونوں دن کیسے ہیں؟ تو صحابہ نے جواب دیا کہ زمانۂ جاہلیت میں ہم ان دو دنوں میں لہوولعب کرتے آئے ہیں، اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں دنوں کے عوض میں ہمیں دوسرے دو دن عطا کیے ہیں جو ان سے بہتر ہیں یعنی قربانی کا دن اور عیدالفطر کا دن۔“ (ابوداؤد و بیہقی)

ہجرت کے دوسرے سال روزہ فرض ہوا اور رمضان کے ختم ہونے میں صرف دو دن باقی تھے کہ سورۃ الاعلیٰ کی یہ آیت نازل ہوئی۔ ”قد أفلح من تزکّیٰ و ذکر اسم ربّہ فصلّیٰ۔“ (الاعلیٰ/۱۴۔۱۵) یعنی تحقیق کہ وہ شخص کامیاب ہوا، جس نے روزہ رکھ کر اور صدقہ دے کر اپنے باطن کو گندگیوں اور کدورتوں سے پاک کیا اور اپنے رب کا نام لے کر عید کی نماز ادا کی۔

ان دونوں آیات میں صدقۃ الفطر اور نماز عید کا حکم دیا گیا ہے، چنانچہ اس حکم کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی طرف سے اور اپنے گھر والوں کی طرف سے صدقۂ فطر ادا فرمایا اور اپنے اصحاب کو بھی اس کی ادائیگی کا حکم دیا کہ وہ نماز عید سے قبل اسے ادا کرکے عیدگاہ جائیں، چنانچہ آپ نے اپنے اصحاب کی مقدس جماعت کے ساتھ میدان میں جو مسجد نبوی سے کچھ فاصلہ پر تھا، پہلی نماز عید ادا فرمائی، اس کے بعد سے وہ مصلی النبی کے نام سے مشہور ہوا اور اسی میدان میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم آئندہ بھی عید کی نماز ادا فرماتے رہے، صرف بارش کی وجہ سے آپ نے ایک مرتبہ مسجد نبوی میں نماز عید ادا فرمائی، اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت یہی ہے کہ مسجد سے باہر صحرا یا میدان میں عیدین کی نماز ادا کی جائے۔

صدقۂ فطر کی ادائیگی واجب ہے:

عیدالفطر کے دن نماز عید کے لیے عیدگاہ جانے سے صدقۂ فطر کی ادائیگی صاحب نصاب لوگوں پر فرض اور لازم ہے، وہ اپنی طرف سے اور اپنی نابالغ اولاد کی طرف سے ادا کریں گے، بیوی کی طرف سے شوہر پر اور بالغ اولاد کی طرف سے باپ پر صدقۂ فطر ادا کرنا لازم نہیں ہے، لیکن اگر وہ ادا کردیں تو درست ہے صدقہ ادا ہوجائے گا۔ صدقۂ فطر کے سلسلہ میں بخاری کی ایک روایت ہے: ”حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زکواۃ فطر کو فرض قرار دیا اور ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو کو ہر غلام اور آزاد اور مرد وعورت پر اور ہر بالغ اور نابالغ مسلمان ہر اور اس کے بارے میں یہ حکم دیا کہ وہ نماز عید کے لیے عیدگاہ جانے سے قبل ادا کی جائے۔“ (بخاری)

اس روایت سے ایک بات تو یہ معلوم ہوئی کہ صدقۂ فطر واجب اور لازم ہے، مالداروں پر اور وہ اپنی طرف سے اور اپنی نابالغ اولاد کی طرف سے نکالیں گے غلام کی طرف سے ان کے آقا پر فطرہ نکالنا لازم تھا، اب غلامی کا دور نہیں ہے۔

دوسری بات اس حدیث سے معلوم ہوئی کہ اس کی مقدار ایک صاع جو یا کھجور ہے، جس کا وزن تین کیلو دو سو چھیاسٹھ گرام ہے اور اگر گیہوں یا اس کا آٹا دینا چاہے تو نصف صاع ہے یعنی ایک کیلو چھ سو تینتیس گرام۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں نصف صاع گندم ایک صاع جو کے برابر سمجھا جاتا تھا، اس لیے اگر گندم نکالے تو نصف صاع ہے، چنانچہ ابن خزیمہ کی روایت جو حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے اس میں ہے کہ صحابہ اور تابعین نے اس کا معادلہ نصف صاع گیہوں سے کیا، اس لیے کہ عہد نبوی میں گندم کی حیثیت جو اور کھجور کے مقابلہ میں دوگنی تھی، اس لیے نصف صاع گیہوں کافی ہے لیکن اگر پورے ایک صاع گیہوں ادا کردیا جائے تو یہ افضل ہے اور جو لوگ زیادہ خوشحال ہوں انہیں ایسا ہی کرنا چاہئے۔ حدیث میں صدقۂ فطر کے دو فائدے بتائے گئے ہیں ایک تو یہ کہ روزہ دار سے روزہ کی حالت میں لغو ولایعنی باتیں اور عمل سرزد ہوجاتے ہیں یہ صدقہ اس کا کفارہ ہوجاتا ہے اور دوسرے یہ کہ فقراء ومساکین کے اس دن کے کھانے پینے کا اس سے انتظام ہوجاتا ہے۔ حدیث میں ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسم نے یہ حکم دیا کہ عید کے دن ناداروں اور مزدوروں کو کمانے کی طرف سے مستغنی کردیا جائے تاکہ وہ بھی عید کی خوشی میں شریک ہوسکیں۔“ یہ صدقہ ہے تو مالداروں اور صاحب نصاب لوگوں پر لیکن اگر ایسے لوگ جو صاحب نصاب تو نہیں ہیں لیکن بالکل محتاج بھی نہیں ہیں نصاب سے کم مال کے مالک ہیں اگر وہ بھی ہمت کرکے ادا کردیں تو حدیث میں وعدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے خرچ کیے ہوئے صدقہ سے زیادہ ان کو لوٹا دیں گے۔ (بقیہ صفحہ ۹؍ پر)

rs\MD ASADULLAH\Downloads\Naqueeb 11-6-2018.inp 16-06-2018 00:09 PAGE 8 (1,1)

سید محمد عادل فریدی

پاکستان شنگھائی چوٹی کانفرنس میں شرکت کرے گا

پاکستان کے صدر ممنون حسین چین کے کنگ ژاؤں میں اتوار کو ہونے والی شنگھائی چوٹی کانفرنس میں شریک ہوں گے۔وزارت خارجہ کے ترجمان محمد فیصل نے جمعرات کوایک نیوز بریفنگ میں بتایا کہ مسٹر حسین ایس سی او کی میٹنگ سے اعلیحدہ چین کے صدر شی جن پنگ کے ساتھ دوطرفہ معاملات پر تبادلہ خیال کر سکتے ہیں۔ڈاکٹر فیصل نے بتایا کہ پاکستانی صدر ایس سی او ممبران ممالک کے اہم سر براہان کے ساتھ میٹنگ کریں گے۔(یواین آئی)

ڈونالڈ ٹرمپ کی جانب سے وائٹ ہاؤس میں افطار عشائیہ

امریکہ کے صدر ڈونالڈ ٹرمپ نے پہلی بار وائٹ ہاؤس میں مسلمانوں کے اعزاز میں افطار عشائیے کا اہتمام کیا۔تقریب میں امریکی صدر ٹرمپ اور سعودی سفیر شہزادہ خالد بن سلمان ایک ساتھ ٹیبل پر موجود تھے۔دعوت افطار میں عرب امارات، اردن، مصر، تیونس، عراق، قطر، بحرین، مراکش، الجزائر اور لیبیا کے سفیروں کو بھی مدعو کیا گیا تھا۔غیر ملکی میڈیا رپورٹوں کے مطابق صدر ڈونالڈ ٹرمپ کے وائٹ ہاؤس میں پہلے افطار عشائیہ میں امریکی وزرا اور اعلیٰ حکام بھی شامل تھے، تقریب سے خطاب میں ڈونالڈ ٹرمپ نے حاضرین اور دنیا بھر کے مسلمانوں کو ماہ صیام کی مبارکباد پیش کی۔ان کا کہنا تھا کہ آپ سب حاضرین اور دنیا بھر کے مسلمانوں کو رمضان مبارک ہو، آج کی شام اس تقریب میں ہم سب دنیا کے عظیم ترین مذہب کی ایک مقدس روایت کا اہتمام کررہے ہیں۔امریکی صدر نے کہا کہ مسلمان پورے دن پر محیط روزے کے اختتام پر افطار کرتے ہیں جو ماہ مبارک رمضان بھر کے دوران روحانیت کی عکاسی کرتا ہے۔صدر ٹرمپ کے اس افطار عشائیے کا مسلمانوں کی تنظیم کونسل آن امریکن اسلامک ریلیشنز اور کئی مسلم تنظیموں نے بائیکاٹ کیا۔انہوں نے امریکی صدر کی مسلم مخالف پالیسیوں کے خلاف وائٹ ہاؤس کے باہر احتجاجاً افطار بھی کیا۔(یواین آئی)

سعودی عرب میں عید کا چاند ۲۹/رمضان کو نظر آنے کی امید

سعودی عرب کے ماہر موسمیات نے رمضان المبارک ۲۹/دنوں کا ہونے اور عید الفطر بروز جمعہ ۱۵/جون کو منانے کا امکان ظاہر کیا ہے۔سعودی ماہر امور موسمیات عبدالعزیز الحصینی کا کہنا ہے کہ فلکیاتی اعداد وشمار سے اندازہ ہوا ہے کہ اس سال ماہ رمضان ۲۹/دنوں کا ہوگا۔انہوں نے مزید کہا کہ اس بات کا انحصار رویت کے دن موسم اور مطلع صاف ہونے پر ہے۔مطلع صاف ہونے کی صورت میں جمعرات ۱۴/جون کو شوال المکرّم کا چاند نظر آنے کا قوی امکان ہے۔(یواین آئی)

برطانیہ کے شہر لیڈز میں شرپسندوں نے مسجد میں آگ لگائی

برطانیہ میں شرپسندوں نے لیڈز کے بیسٹن علاقے میں ایک مسجد اور لیڈی پٹ لین میں واقع ایک گردوارے کو آگ لگا دی۔غیر ملکی میڈیا کے مطابق واقعہ جمعہ کی صبح تین بج کر چالیس منٹ پر پیش آیا، فائر بریگیڈ نے فوری آگ پر قابو پالیا، مسجد کا مرکزی دروازہ آگ سے بری طرح جھلس گیا۔اطلاعات کے مطابق ایک ۴۲/سالہ شخص کو اس سلسلہ میں گرفتار کیا گیا ہے۔لیڈز میں واقع گردوارے کو بھی چار بج کر بیس منٹ پر شرپسندوں نے نشانہ بنایا، دونوں عبادت گاہوں پر حملے کو پولیس نے نفرت انگیز قرار دیا ہے۔بیسٹن کی جامع مسجد ابو ہریرہ اور لیڈی پٹ لین میں گرونانک نشکام سیوک جتھا گردوارے میں آگ لگائی گئی۔سکھ پریس ایسوسی ایشن نے کہا کہ گردوارے کے دروازہ پر پیٹرول سے بھری بوتل پھینک کر آگ لگائی جس کی وجہ سے الارم بج گیا اور مقامی لوگوں نے فائر بریگیڈ کو فون کیا اور فائر بریگیڈ نے موقع پر پہنچ کر آگ پر جلدی قابو پالیا۔(قومی آواز)

آسٹریا کا ۷/مساجد کو بند کرنے اور ائمہ کرام کو ملک بدر کرنے کا اعلان

آسٹریا کی حکومت نے سات مساجد کو بند اور درجنوں آئمہ کرام کو ملک بدر کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔آسٹریا کی چانسلر سیباستان کرُس نے کہا کہ حکومت ویانا میں ان ۷/مساجد کو بند کررہی جہاں غیر ملکی مالی معاونت سے "سیاسی اسلام" کی ترویج کی جارہی ہے، جب کہ حکومت نے عرب مذہبی گروپ کو بھی تحلیل کرنے کا فیصلہ کیا ہے جو کہ ان مساجد کی نگرانی کرتا ہے۔حکومت نے درجنوں آئمہ کرام کے خلاف کریک ڈاؤن کرتے ہوئے انہیں ملک بدر کرنے کا بھی فیصلہ کیا ہے۔قدامت پسند سیباستان گزشتہ سال دسمبر میں مہاجرین کے خلاف سخت گیر موقف رکھنے والی جماعت سے اتحاد کی صورت میں چانسلر منتخب ہوئی تھیں۔دوسری جانب ترکی نے آسٹریا کی حکومت کے مذکورہ اقدامات کو اسلام فوبیا قرار دیتے ہوئے کہا کہ ویانا حکومت مسلمانوں کے خلاف امتیازی سلوک کررہی ہے۔(نیوز ایکسپریس پی کے)

شام کے صوبے ادلب میں روسی طیاروں کی بمباری، ۴۴/افراد جاں بحق

شام کے صوبے ادلب میں افطاری کے وقت روسی طیاروں کی وحشیانہ بمباری میں ۴۴/افراد جاں بحق ہوگئے۔ شامی حالات وواقعات پر نظر رکھنے والے گروپ سیرین آبزرویٹری کے مطابق لڑاکا طیاروں نے باغیوں کے زیر قبضہ صوبے ادلب میں بمباری کی جس میں ۴۴/افراد جاں بحق ہوگئے جو کہ رواں سال اس ریجن میں کسی ایک فضائی حملے میں اموات کی سب سے بڑی تعداد ہے۔مانیٹرنگ گروپ کے ڈائریکٹر رمی عبدالرحمان نے بتایا کہ روسی جنگی طیاروں نے ادلب کے شمالی قصبے زردانا میں اس وقت بمباری کی جب مسلمان افطاری میں مصروف تھے، اس بمباری کے نتیجے میں مرنے والوں میں گیارہ خواتین اور ۶/بچے بھی شامل ہیں جب کہ ۶۰/سے زائد افراد زخمی ہیں جن میں بعض کی حالت تشویشناک ہے جس سے اموات میں اضافے کا خدشہ ہے۔(نیوز ایکسپریس)

قارئین نقیب کے نام .... تمام قارئین نقیب کو عید الفطر کی پرخلوص مبارکباد کے ساتھ ہی یہ اطلاع دی جاتی ہے کہ رمضان المبارک کا یہ آخری شمارہ آپ کے ہاتھوں میں ہے، اس کے بعد آئندہ ہفتہ یعنی ۱۸/جون کو نقیب کا دفتر بند رہے گا، اس لیے نقیب کا اگلا شمارہ اب ان شاءاللہ ۲۵/جون کو شائع ہوگا۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کے روزے، تراویح، اعتکاف، صدقات وزکواۃ اور دیگر تمام عبادات واجبہ ونافلہ کو قبول فرمائے، ہم سب کی مغفرت فرمائے اور جہنم سے خلاصی نصیب فرمائے، اور اس عید کے موقع پر سارے عالم کے مسلمانوں کو سچی خوشی ومسرت عنایت کرے، اور امت مسلمہ کی ہر قسم کے شرور وفتن سے حفاظت فرمائے (آمین!)

گجرات میں پڑھایا جارہا "رام نے کیا تھا سیتا کا اغوا"

گجرات اسٹیٹ بورڈ کی اسکول ٹیکسٹ کتاب (GSBST) ایک غلطی کی وجہ سے تنازعات میں گھر گئی ہے، بارہویں کلاس کے "انٹروڈکشن ٹو سنسکرت لٹریچر" میں لکھا ہے کہ رام نے سیتا کا اغوا کیا تھا، کتاب کے ایک پیراگراف میں کالی داس کی شاعری رگھوونشم کی تشریح میں یہ غلطی کی گئی ہے، کتاب کے صفحہ نمبر ۱۰۶/پر لکھا ہے "یہاں شاعر نے اپنی بنیادی سوچ اور غور سے رام کے کردار کی بہترین تصویر کھینچی ہے، رام کے ذریعہ سیتا کو اغوا کرلیے جانے کے بعد لکشمن کے ذریعہ رام کو دیے گئے پیغام کا دل چھو لینے والا بیان کیا گیا ہے۔" کتاب کی یہ غلطی بہت سے لوگوں پر سوال اٹھاتی ہے، پہلی وہ ٹیم جس نے ترجمہ کیا ہے، ٹیم نے ابینڈنڈ (Abandoned) کی جگہ ایبڈکٹیڈ (Abducted) کا لفظ استعمال کیا ہے، جو کہ غلط ہے، کیوں کہ ہندی، گجراتی اور مراٹھی ورژن میں "سیتا تیاگ" لفظ کا استعمال کیا گیا ہے۔جی ایس بی ایس ٹی کے چیرمین ڈاکٹر نتن پٹھانی نے کتاب کی غلطیوں کا اعتراف کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس طرح کی غلطیاں بورڈ کی قابلیت پر سوال اٹھاتی ہیں، انہوں نے کہا کہ ہم جلد ہی اس میں اصلاح کرلیں گے، افسوس ہے کہ پروف ریڈنگ ٹیم نے بھی اس پر دھیان نہیں دیا۔انہوں نے غلطی کے ذمہ دار افراد پر کارروائی کا بھی وعدہ کیا اور کہا کہ ضرورت پڑنے پر ان لوگوں کو بلیک لسٹڈ کردیا جائے گا۔گجرات کانگریس کے ترجمان ڈاکٹر منیش دوشی نے کہا کہ گجرات اسٹیٹ بورڈ بہانے بنا رہا ہے، ہر سال کتابوں میں کئی غلطیاں سامنے آتی ہیں، ان لوگوں کے لیے یہ عام بات ہوگئی ہے، بورڈ اس کو سنجیدگی سے نہیں لیتا ہے۔طلبہ کے بارے میں سوچیے وہ کتنے کنفیوز ہوئے ہوں گے جب انہوں نے پڑھا ہوگا کہ سیتا کو اغوا رام نے کیا، یہ تو رام چندر جی کی بھی توہین ہے۔(روزنامہ خبریں نئی دہلی)

ڈیزل، پٹرول کے بعد اب رسوئی گیس کی باری، سلنڈر ۴۸/روپے مہنگا

تیل کی قیمتیں تو آسمان پر ہیں، اب رسوئی گیس کے سلنڈر میں بھی اضافہ کردیا گیا ہے، دہلی میں بغیر سبسڈی والے سلنڈر کی قیمت ۴۸/روپے بڑھ گئی ہے۔ادھر پٹرول جمعہ کو ۶/پیسے اور ڈیزل ۵ پیسے سستا کیا گیا ہے۔
پٹرول، ڈیزل کی قیمتوں میں لگاتار اضافہ کرنے کے بعد اب رسوئی گیس (ایل پی جی) بھی مہنگی ہوگئی ہے۔ اطلاعات کے مطابق سبسڈی والے ایل پی جی سلنڈر کی قیمت میں 2 روپے 34 پیسے اور بغیر سبسڈی والے ایل پی جی سلنڈر کی قیمت میں 48 روپے کا اضافہ کیا گیا ہے۔سرکاری اعداد وشمار کے مطابق موجودہ وقت میں ملک کے ہر 100 خاندانوں میں سے 81 کے پاس ایل پی جی کنکشن موجود ہے۔اس اضافہ کے بعد دہلی میں لوگوں کو ایل پی جی سلنڈر کے لئے 493 روپے 55 پیسہ ادا کرنے ہوں گے۔وہیں بغیر سبسڈی والے ایل پی جی سلنڈر کے لئے دہلی میں 698 روپے 50 پیسہ ادا کرنے ہوں گے۔واضح رہے کہ یکم مئی 2018 کو دہلی میں سبسڈی والے ایل پی جی سلنڈر کی قیمت 491 روپے 21 پیسے تھی۔(قومی آواز)

ٹیسٹ ٹیوب تکنیک سے پیدا ہوئی تھیں سیتا: یوپی کے نائب وزیر اعلی کا "انکشاف"

اترپردیش کے نائب وزیر اعلی ڈاکٹر دنیش شرما نے اپنے ایک بیان میں کہا ہے کہ زمانہ قدیم میں بھی ہندوستان میں ٹیکنالوجی موجود تھی۔انہوں نے کہا کہ مہابھارت اور رامائن کے زمانہ میں لائیو ٹیلی کاسٹ سے لے کر ٹیسٹ ٹیوب بے بی ٹیکنالوجی کا استعمال کیا جاتا تھا۔دنیش شرما نے یہ بات علاقائی اسکل مقابلہ کے افتتاح کے موقع پر کہی۔نائب وزیر اعلی نے کہا کہ جس طرح کروکشیتر میں ہو رہے مہابھارت کی جنگ کا "سجیو ورنن" (لائیو ٹیلی کاسٹ) سنجے نے ہستینا پور کے محل میں بیٹھ کر کیا، وہی آج الیکٹرانک میڈیا کا لائیو ٹیلی کاسٹ ہے۔آج اگر ہم طیارہ کی بات کرتے ہیں تو رام جی کے وقت میں "پشپک طیارہ" ہوا کرتا تھا، جس پر سوار ہوکر وہ لنکا سے ایودھیا پہنچے تھے۔انہوں نے کہا کہ اسی طرح سیتا جی کی پیدائش ایک گھڑے سے ہونے کا بھی ذکر ہے، جو آج کی "ٹیسٹ ٹیوب بے بی ٹیکنالوجی" رہی ہوگی۔جنک جی کے ہل چلانے پر زمین سے ایک گھڑا نکلا اور اس میں سے سیتا جی نکلیں۔وہ کہیں نہ کہیں ٹیسٹ ٹیوب بے بی جیسی ٹیکنالوجی رہی ہوگی۔اتنا ہی نہیں، دنیش شرما نے دعوی کیا کہ موتیا بند کا آپریشن، پلاسٹک سرجری، نیوکلیائی تجربہ اور انٹرنیٹ جیسی تمام جدید تبدیلیاں زمانہ قدیم میں ہی شروع ہوگئی تھیں۔(قندیل نیوز سروس)

خدا نے حکم دیا ہے کہ چندے سے نیا جیٹ طیارہ خریدیں: امریکی پادری

امریکہ میں ایک پادری نے اپنے پیروکاروں سے کہا ہے کہ وہ انھیں ان کا چوتھا جیٹ جہاز خریدنے کے لیے چندہ دیں کیوں کہ انہیں ایسا کرنے کے لیے "خداوند" کی جانب سے حکم دیا گیا ہے۔جیس ڈوپلانٹس نے بتایا کہ انھیں خدا نے کہا ہے کہ وہ پانچ کروڑ ۴۰/لاکھ ڈالر مالیت کا فالکن سیون ایکس جہاز خریدیں۔امریکی میں کسی پادری کا جہاز رکھنا غیر معمولی نہیں ہے، لیکن اس چندے کی درخواست نے تنازع کھڑا کردیا ہے۔ٹوئٹر پر صارفین نے کہا ہے کہ انھیں اس پر یقین نہیں آرہا اور وہ بائبل کی آیات کا حوالہ دے رہے ہیں جن میں حرص اور "جعلی رہنماؤں" سے خبردار کیا گیا ہے۔کچھ لوگوں نے کہا ہے کہ یہ رقم غریبوں کی مدد کے لیے استعمال ہونی چاہئے۔اپنی ویب سائٹ پر ایک ویڈیو پیغام میں ۶۸/سالہ ڈوپلانٹس یوں وضاحت کرتے ہیں: "آپ جانتے ہیں میرے پاس تین مختلف جیٹ جہاز رہے ہیں، میں نے انھیں استعمال کیا ہے اور انھیں یسوع مسیح کے لیے چلایا ہے۔"بعض لوگوں کا خیال ہے کہ پادریوں کے پاس طیارے نہیں ہونے چاہئیں۔میرا خیال ہے کہ پادریوں کے پاس ہر ممکن وسیلہ ہونا چاہئے، ہر ممکنہ ذریعہ، تاکہ انجیل کو دنیا بھر تک پہنچایا جاسکے۔" انھوں نے کہا کہ جو جیٹ انھوں نے ۱۲/سال قبل خریدا تھا وہ ان کے لیے اب موزوں نہیں رہا کیوں کہ وہ بلا رکے پرواز نہیں کرسکتا اور انھیں ایندھن کے لیے بھاری رقم خرچ کرنا پڑتی ہے۔ایک تصویر میں وہ اپنے تین جہازوں کے پاس کھڑے نظر آتے ہیں، اوپر لکھا ہے: "یہ ملکیت کے بارے میں نہیں ہے، یہ ترجیحات کے بارے میں ہے۔" یہ پہلا موقع نہیں کہ امریکا میں کسی پادری نے جہاز خریدنے کے لیے عوام سے چندہ مانگا ہو۔۲۰۱۵ء میں امریکی مبلغ کریفلو لوڈار نے اپنے پیروکاروں سے کہا تھا کہ اس کے لیے ۶/کروڑ ڈالر کی رقم جمع کریں تاکہ اس سے اپنے لیے "گلف اسٹریم جی 650" ماڈل کا طیارہ خرید سکیں۔(العربیہ ڈاٹ نیٹ)

بقیات

بقیہ عید الفطر ؛ ایک اسلامی تہوار...... آج انہوں نے یہ فریضہ پورا کرلیا،اوراب یہ اس میدان کے اندر جمع ہوئے ہیں،اور مجھ سے دعا مانگنے کے لئے آئے ہیں،اپنی مرادیں مانگ رہے ہیں،میں اپنی عزت وجلال کی قسم کھاتا ہوں،اپنے علومکان کی قسم کھاتا ہوں کہ آج میں سب کی دعائیں قبول کروں گا اور میں ان کے گناہوں کی مغفرت کروں گا اوران کی برائیوں کو بھی نیکیوں میں تبدیل کردوں گا۔ چنانچہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ جب روزہ دار عیدگاہ سے واپس جاتے ہیں تو اس حالت میں جاتے ہیں کہ ان کی مغفرت ہوچکی ہوتی ہے۔

یہ کوئی معمولی انعام نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ پورے مجمع کی مغفرت فرمادیتے ہیں۔اسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عید کی نماز کے لئے اس بات کو سنت قرار دیا کہ مسلمان بڑی سے بڑی تعداد میں کھلے میدان میں جمع ہوں اور مجمع کثیر ہو، کیونکہ مجمع جب بڑا ہوگا تو اس مجمع میں نہ جانے کس اللہ کے بندے کی برکت سے اللہ تعالیٰ پورے مجمع پر فضل فرمادیں۔اللہ تعالیٰ کی شانِ رحیمی تو ایسی ہے کہ اگرچہ انعام کے مستحق تو چند افراد ہوتے ہیں،جنہوں نے صحیح معنی میں اللہ تعالیٰ کی بندگی کی تھی،لیکن جب اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کو اپنی رحمت سے نوازتے ہیں تو مجھ جیسے ناکارہ بھی اگر وہاں موجود ہوں تو اللہ تعالیٰ یہ فرماتے ہیں کہ ان چند افراد کی تو مغفرت کردوں اور باقی لوگوں کی نہ کروں،یہ میری رحمت سے بعید ہے،لہٰذا سب کو اپنے فضل وکرم سے نوازدیتے ہیں۔لہٰذا یہ عید کا دن جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں عطافرمایا اوراس دن میں عید کی نماز پڑھنے کی توفیق عطا فرمائی،یہ کوئی معمولی واقعہ نہیں ہے،یہ زندگی کے اندر انقلاب لانے والا واقعہ ہے،ہے،اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے ان شاءاللہ سب کی مغفرت فرمادی ہے اوراللہ تعالیٰ کی رحمت سے یہی امید رکھنی چاہئے،ہمارے دلوں میں یہ جو خیالات آتے ہیں کہ ہم نے بیشک عبادت تو کرلی؛لیکن اس عبادت کا حق تو ادا نہ ہوسکا،کیا ہمارے روزے،کیا ہماری نمازیں،کیا ہماری تلاوت،کیا ہمارا ذکر وتسبیح،نہ اس میں خشوع وخضوع ہے،نہ اس میں آداب کی رعایت ہے،نہ اس میں شرائط پوری ہیں،لہٰذا ان عبادات کے نتیجے میں کیسے یہ امید باندھیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان عبادت کو قبول کرکے ہماری مغفرت فرمادی ہوگی۔اپنے اعمال کے ذریعہ تو امید نہیں باندھنی چاہئے،کیونکہ ہمارے اعمال تو اس لائق ہی نہیں ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کرنے کے قابل ہوں،ان کے شایان شان ہوں،ہاں،ان کی رحمت سے ضرور امید بندھیں،ان کے فضل وکرم سے امید باندھیں،بیشک یہ اعمال ہماری نسبت سے کھوٹی پونجی ہے؛لیکن ان کی رحمت سے امید ہے کہ ان ٹوٹے پھوٹے اعمال کو بھی قبول فرمالیں گے۔جب انہوں نے یہ کہہ دیا کہ میں تمہاری برائیوں کو بھی اچھائیوں سے تبدیل کردوں گا،یعنی یہ اعمال جو تم ہماری بارگاہ میں پیش کررہے ہو،اس میں بہت سی خامیاں ہیں اور بہت سی برائیاں ہیں،لیکن جب تم میری خاطر یہاں آئے ہو تو میں تمہاری برائیوں کو بھی اچھائیوں سے بدل دوں گا،لہٰذا ہر مومن کو یہ امید رکھنی چاہئے کہ اس رمضان میں میری مغفرت ہوگئی؛اس لئے کہ جب انہوں نے مغفرت کا وعدہ کیا ہے تو ضرور کردی ہے۔حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو شخص عمل کئے بغیر اللہ تعالیٰ سے امیدیں باندھ رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ میری مغفرت فرمادیں گے اور مجھے جنت میں داخل کردیں گے،ایسا شخص اپنے آپ کو دھوکہ دے رہا ہے اور جو رحمت سے امید باندھو اور اللہ تعالیٰ کی رحمت پر بھروسہ کرو،عمل کئے بغیر اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امیدیں باندھنا اس لئے غلط ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خود فرمادیا ہے کہ میری رحمت اسی شخص پر متوجہ ہوتی ہے،جو عمل کرتا ہے،اگر کوئی شخص عمل ہی کچھ نہیں کرتا؛بلکہ غفلت میں وقت گزار رہا ہے تو ایسے شخص کو یہ جان لینا چاہیے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ غفور الرحیم ہے،اسی طرح شدید العقاب بھی ہے؛اس لئے جو شخص عمل کئے بغیر اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امیدیں باندھ رہا ہے وہ درحقیقت اپنے کو دھوکہ دے رہا ہے۔لیکن اگر کسی شخص نے عمل کرلیا اور قدم آگے بڑھادیا،لیکن اس میں نقص اور کوتاہیاں رہ گئیں،تو چونکہ اس نے اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لئے قدم بڑھایا تھا،اس لئے اللہ تعالیٰ اس پر رحمت فرمادیتے ہیں اوراس کی کوتاہیوں کو درگزر فرماکر ان کو حسنات سے بدل دیتے ہیں۔لہٰذا عمل بھی کرتے رہو اور بھروسہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر کرو۔یہی معاملہ ہمارا ہے،نہ ہمارے روزے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کرنے کے لائق ہیں،نہ تراویح اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کرنے کے لائق ہیں،نہ تلاوت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کرنے کے لائق ہے؛لیکن اگر ان کی رحمت پر نظر کریں تو وہ یہ فرمارہے ہیں کہ میں تمہاری برائیوں کو بھی حسنات سے بدل دوں گا،اس لئے امید یہ رکھنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدہ کو پورا فرمایا ہے اور ہماری مغفرت فرمادی ہے۔اور مغفرت کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے باطن میں گناہوں کا جو میل کچیل تھا،اللہ تعالیٰ نے اس کو دھوکر صاف کردیا،اب تم سب سفید صاف ستھرے دھلے ہوئے کپڑے کے مانند ہو،اب صاف کپڑے کی حفاظت کرنا،کیونکہ کپڑا جتنا سفید صاف اور دھلا ہوگا،اتنا ہی اس پر دھبہ برا معلوم ہوگا اور اگر کپڑا پہلے سے میلا ہے،اس پر داغ دھبے لگے ہوئے ہیں،اس پر ایک داغ اور لگ جائے تو پتہ بھی نہیں چلے گا،لہٰذا جب اللہ تعالیٰ نے آج عید کے دن ہمیں اور آپ کو دھوکر صاف اور اجلا کردیا تو اب ہمارا کام یہ ہے کہ اس کپڑے کی حفاظت کریں اوراب گناہ کا دھبہ نہ لگے،اب اس پر معصیت اور نافرمانی کا داغ نہ لگے اوراس فکر میں نہ رہو کہ اگر داغ لگ بھی گئے تو اگلے رمضان میں دوبارہ دھل جائیں گے،کس کو معلوم ہے کہ اگلا رمضان نصیب ہو یا نہ ہو،کس کو معلوم ہے کہ آئندہ گناہ سے توبہ کی توفیق ملے گی یا نہیں،لہٰذا آئندہ آنے والی زندگی میں گناہ کے دھبہ سے بچنے کی پوری کوشش کرو۔

آج کا دن ہمارے اور آپ کے لئے الحمدللہ خوشی کا دن بھی ہے،فرحت کا دن بھی ہے،اوراللہ کی رحمت سے مغفرت کی امید رکھنے کا دن بھی ہے۔اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اس فریضے کی ادائیگی کی توفیق بھی عطافرمائے اور آئندہ زندگی کو گناہوں سے،معصیتوں سے اور نافرمانیوں سے بچانے کی توفیق عطافرمائے۔آمین

بقیہ عید الفطر؛ نماز شکر...... اور لوگوں کو روزہ کھولنے کا حکم دیا اور چوں کہ نماز کا وقت نکل چکا تھا؛اس لیے آپ نے فرمایا کہ عید کی نماز کل صبح پڑھی جائے گی۔حضرت انس رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت ابوعمیر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے،وہ کہتے ہیں:''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک دفعہ ایک قافلہ دن کے آخری حصہ میں آیا اور ان لوگوں نے یہ شہادت دی کہ کل انہوں نے چاند دیکھا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ لوگ روزے کھول دیں اور کل جب صبح ہو تو نماز عید ادا کرنے کے لیے عیدگاہ پہنچیں''۔(سنن ابی داؤد)

اس لیے چاند دیکھنے کا اہتمام کرنا چاہیے اور چاند نظر آنے پر عید کرنی چاہیے اگر کسی وجہ سے مقامی طور پر چاند نظر نہ آئے اور دوسری جگہ سے چاند نظر آنے کی شہادت مل جائے،یا امیر وقاضی یا رویت ہلال کمیٹی کے ذمہ دار عالم کی طرف سے چاند دیکھے جانے کا اعلان ہوجائے تو اس کے مطابق عمل کرنا چاہیے،جیسے کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاند کی شہادت دوسرے دن ملنے پر تاخیر کے باوجود روزہ کھولنے کا حکم دیا اور وقت گذر جانے کی وجہ سے دوسرے دن عید کی نماز پڑھائی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں صحابہ کرام عید کی خوشیاں مناتے تھے اور ایک دوسرے کو ملاقات کے وقت عید کی مبارکباد دیتے تھے اوراس کے لیے دعائیہ کلمات کہتے تھے،جیسے ''تقبل اللّٰہ منا ومنک''. (الدعاءللطبرانی باب الدعاءفی العیدین)(یعنی اللہ ہمارے اور تمہارے اعمال کو قبول کرے۔)بعض روایتوں میں عید کے دن فنون سپہ گری ونیزہ بازی وغیرہ کا مظاہرہ کرنے اور گھروں میں عید کی خوشی میں نظم واشعار گانے اور پڑھنے کا واقعہ بھی منقول ہوا ہے۔اللہ ہمیں عید کی اصل حقیقت وروح کو عام کرنے کی توفیق دے۔(آمین)

بقیہ شام کی خانہ جنگی ؛ ایک تجزیہ.......... یہاں سوال یہ ہے کہ بشارالاسد کو کب تک چھوٹ ملتی رہے گی،کیا روس اس وقت تک حملے کرتا رہے گا جب تک بشارالاسد کا ایک بھی مخالف سنی مسلمان ملک میں موجود ہے،کیا ایران کو سوخون معاف ہیں،امریکہ جو سپر پاور بنا پھرتا ہے روسی حملے روکنے میں ابھی تک ناکام کیوں ہے؟ کیا اس ناکامی سے ایسا محسوس نہیں ہوتا کہ بشارالاسد کے اقتدار کی بقا اسرائیل کے حق میں ہے؟اسی لئے امریکہ نہیں چاہتا کہ بشارالاسد کے اقتدار کا خاتمہ ہو،جنگ کی حقیقی صورت حال یہ بتلاتی ہے کہ دونوں بڑی طاقتوں کا ایک ہی مقصد ہے اور وہ یہ کہ سرزمینِ شام میں نصیریوں کا اقتدار سلامت رہے،سنی مسلمان یا تو ملک سے باہر نکل جائیں،یا ہلاک ہوجائیں،یا کان دبا کر رہیں،اسی میں ان کی بھلائی ہے،یہ صورت حال ترکی،سعودی عرب،یمن،قطر سب کے لئے خطرے کی گھنٹی ہے،شام سے نمٹ کر ان کا رخ ان ملکوں کی طرف ہوگا،جو ایران کی آنکھوں میں خار کی طرح کھٹکتے ہیں،جن سے اسرائیل کے وجود کو خطرہ ہے،ایران ان بڑی طاقتوں کے ساتھ مل کر ایک ایسے عظیم شیعہ ملک کا خواب دیکھ رہا ہے،جس کی سرحدیں ایران سے سعودی عرب تک پھیلی ہوئی ہوں،اوراس میں کہیں کوئی سنی مسلمان موجود نہ ہو۔

بقیہ مسلمانوں کے خلاف بڑھتی ہوئی نفرت کو کیسے روکا جائے...... ہم سے ہماری ثقافت چھین لے جائے گی اور پھر منواسمرتی کے نفاذ میں کوئی تاخیر نہیں لگے گی؛اس لئے اس وقت کی سب سے اہم ضرورت تحفظ آئین کی فکر اور اسلام کے خلاف بڑھتی ہوئی نفرت انگیز مہم کو روکنا ہے۔اس کے لیے ہمارے پاس کئی راستے ہیں،ہم ہندو دھرم کے چاروں بڑے شنکر آچاریہ سے ملاقات کرکے انہیں اسلام کے بارے میں بتائیں،مسلمانوں کے خلاف جاری جارحانہ اقدام کے مضمرات سے انہیں آگاہ کریں،ہندوستان میں مسلم دور حکومت کی صحیح تاریخ انہیں بتلائیں۔دلتوں،آدی واسیوں اور چھوٹی ذات کے ہندو رہنماؤں سے ملکران تک اسلام کی صحیح تعلیمات پہونچائیں،دیگر مذاہب کے رہنماؤں سے بھی ہم مذاکرات کریں،بین المذاہب ڈائیلاگ پر توجہ دیں،سیکولر اور عام لوگوں تک اسلام کی سچی اور حقیقی تصویر پیش کریں،جو لوگ اسلام کے بارے میں غلط سمجھتے ہیں،مسلمانوں کو دہشت گرد اور آتنک واد سمجھتے ہیں ان سے بھی ملاقات کرکے اپنی بات ان تک پہونچائیں۔

حالات بتارہے ہیں کہ ہر آنے والا دن خطرناک ثابت ہورہا ہے،مسائل بڑھتے جارہے ہیں،مختلف بہانوں سے مسلمانوں کے قتل کا سلسلہ جاری ہے،اسلام کے خلاف نفرت انگیز مہم بھی بڑھتی جارہی ہے،امن وآشتی کی تعلیم پر مشتمل قرآن کریم اور احادیث رسول کے بارے میں غلط پروپیگنڈہ کیا جارہا ہے،ہندوستان سمیت دنیا بھر کے مسلم حکمرانوں کی غلط تصویر پیش کی جارہی ہے،تاریخ میں ردوبدل سے کام لیا جارہا ہے اور ان سب کے پیچھے یہی ایجنڈہ ہے کہ ہندوستان سمیت دنیا کی عوام اسلام اور مسلمانوں سے بدظن ہوجائے اور پھر آسانی کے ساتھ آئین تبدیل کرنے کا موقع مل جائے اس لئے بلاتاخیر مسلم اسکالرس،علما اور دانشوران کو اس پہلو پر غور کرنا ہوگا،اس سلسلے میں قدم اٹھانا پڑے گا،یہ کوئی ضروری نہیں ہے کو جو تجویز ہم نے یہاں پیش کی ہے اسی کو اپنایا جائے؛لیکن اسے ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ اس بارے میں ہم سب اب ضرور غور فکر کرلیں؛ کیوں کہ آر ایس ایس کی پالیسی سمجھنے میں علماء ودانشوران سے چوک ہوچکی ہے،اسی کا نتیجہ ہے کہ آج پارلیمنٹ سے شریعت مخالف قانون پاس کئے جارہے ہیں،اسلام کے نظام حیات کو دقیانوسی قرار دیکر ایک خود ساختہ نظام ہم پر تھوپا جارہا ہے،ہماری عظیم تہذیب وثقافت کی جگہ کسی اور کے کلچر کو اپنانے پر مجبور کیا جارہا ہے۔اسلام اور مسلمانوں کی نمائندگی کرنے والے ادارے خواہ مساجد ہوں،مدارس ہوں،ملی تنظیمیں ہوں،یا کچھ اوران سب کو ختم کرنے کیلئے مختلف طرح کے ہتھکنڈے اپنائے جارہے ہیں،یہ بحث بھی کی جارہی ہے کہ یہ سب ادارے تمام مسلمانوں کی نمائندگی نہیں کرتے ہیں،مسلمانوں کے آپسی اختلافات کو بھی بڑھاوا دیا جارہا ہے،گھر سے لیکر باہر تک مسلمانوں کو آپس میں لڑایا جارہا ہے ایسے ماحول میں ہم نے کوئی حکمت عملی کی راہ نہیں اپنائی۔اگر ایک اور چوک ہم سے ہوگئی تو پھر آنے والی نسلیں ہمیں کبھی معاف نہیں کرے گی،ان کا مستقبل مزید تاریک ہوگا اور ہندوستان کی تصویر مکمل طور پر بدل جائے گی۔

بقیہ عید الفطر عطیہ خداوندی اور انعام و اکرام کا دن...... اس لیے ایسے لوگوں کو یہ فضیلت حاصل کرنے کے لیے صدقہ ادا کرنا چاہئے اور عید سے ایک دو دن قبل ہی ادا کردینا چاہئے تاکہ فقراء ومساکین اپنی خوراک اور کپڑوں کا انتظام کرسکیں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا یہی معمول تھا۔

عیدین کے دن مسنون اعمال:

عید کا دن اللہ تعالیٰ کی طرف سے انعام کا دن اوراس کی مہمانی کا دن ہے اس لیے اس دن کا روزہ رکھنا حرام ہے،کیوں کہ گویا یہ اللہ کی مہمانی سے منہ موڑنا ہے،عیدین کی رات نہایت بابرکت رات ہے،اس لیے شب قدر کی طرح اس میں بھی عبادت کا اہتمام کرنا چاہئے اورانہیں غفلت میں نہیں گزارنا چاہئے۔حدیث میں ہے:''جو بندہ اجر وثواب کی نیت سے عیدین کی رات میں عبادت اور شب بیداری کرے اس کا دل اس دن مردہ نہیں ہوگا جب لوگوں کے دل مردہ ہوں گے،یعنی قیامت کے دن۔''(بیہقی)جمعہ کا دن ہفتے کی عید ہوتا ہے،اس دن جو اعمال مسنون ہیں وہ عیدین کے دن بھی مسنون ہیں یعنی صبح سویرے اٹھ کر فجر کی نماز باجماعت ادا کرنا،مسواک کرنا،غسل کرنا،اچھے کپڑے پہننا،خوشبو لگانا،زیب وزینت اختیار کرنا،عیدالفطر کے دن نماز عید کے لیے نکلنے سے پہلے طاق تعداد میں چھوارے یا کھجور کھانا یا کوئی اور میٹھی چیز استعمال کرنا،سورج نکلنے کے بعد جب وقت مکروہ جو تقریباً بیس منٹ ہے ختم ہوجائے تو نماز عید ادا کرنا،نماز عید کے لیے جانے سے قبل صدقۂ فطر ادا کرنا ،عیدگاہ جاتے ہوئے اور لوٹتے ہوئے تکبیر تشریق پڑھنا۔غرض کہ اسلامی تہوار تو اللہ کی بندگی،روحانیت اور انسانی ہمدردی وخیرخواہی کا مظہر ہے،اس کو بے ہودہ رسموں اور خرافات میں ضائع نہیں کرنا چاہئے بلکہ اللہ کی رضا وخوشنودی حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

بقیات

بقیہ سمجھے بغیر قرآن پڑھنا .... یہ سب سے اعلیٰ وافضل درجہ ہے:قال اللّٰہ الملك "اَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا"وقال المليك:"وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْآنُ جُمْلَةً وَاحِدَةً كَذَٰلِكَ لِنُثَبِّتَ بِهِ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنَاهُ تَرْتِيلًا" چونکہ نزول قرآن کی کیفیت ترتیل تھی۔اس لئے اس کے مقصود ہونے میں کسی شک وشبہ کی گنجائش یقیناً نہیں ہے!لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاء:"اللهم ارزقني تلاوته اٰناء الليل واٰناء النهار" اورشب وروز تلاوت قرآن کو اپنا شغل بنانے والے بندے کے خدائی نظر میں قابل رشک ہونے کی بات بھی حدیث میں آئی ہے۔اس لئے خود صحابہ کرام کا اس بابت اختلاف تھا کہ کثرت تلاوت وختم قرآن افضل ہے یا غور وتدبر اور ترتیل قرآن کے ساتھ پڑھنا؟؟؟ صحابہ کرام میں دونوں طریقے معمول بہ تھے،اختلاف صرف ترجیح میں ہے۔امام نووی کی تطبیق بہت ہی عمدہ ہے کہ: افضلیت میں اختلاف لوگوں کے ''فہم وذکاوت'' میں اختلاف کی وجہ سے ہے پس جو شخص ایسا ہو کہ دقیق فکروں سے قرآن کے لطائف اور معارف اس پر ظاہر ہوتے ہوں تو اس کو چاہیے کہ تلاوت کی اتنی مقدار پر اکتفاء کرے جس سے اس کو اپنی قرأت میں کمال فہم وتدبر حاصل رہے۔اسی طرح جو شخص علم کے نشر (جیسے تدریس،تصنیف اور تذکیر) میں،مقدمات خصومات کا فیصلہ اور دیگر دینی وملی امور کی انجام دہی میں مشغول ہو تو اسے چاہیے کہ اتنی مقدارِ تلاوت پر اکتفاء کرے جس سے اس کے ضروری کاموں میں خلل واقع نہ ہو اور اگر کوئی مذکورہ لوگوں میں سے نہ ہو تو پھر جتنا زیادہ ممکن ہو تلاوت کرے بشرطیکہ اکتاہٹ پیدا نہ ہو اور نہ ایسی رفتار سے کہ حروف مخلوط ہونے لگیں اور پڑھا ہوا سمجھ میں نہ آئے۔(اتقان:۱/ ۱۳۸ عن التبیان)

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں "اَن أقرء البقرةَ وآل عمران أرتِّلهما وأتدبَّرهما أحبُّ اِلىَّ مِن اَن اقرأ القرآنَ كلَّه هذرمة" (التبيان/٨٩) یعنی ترتیل وتدبر کے ساتھ سورۂ بقرہ وآل عمران پڑھوں یہ مجھے پسند ہے اس سے کہ تیز رفتاری سے پورا قرآن پڑھوں۔حضرت عبیدہ مکی مرفوعاً نقل کرتے ہیں:''يا اهلَ القرآن لا توسَّدوا القرآنَ واتلوه حقَّ تلاوته آناء الليلِ وآناء النهارِ وافشوه وتدبَّروا ما فيه لعلكم تُفلحون"(اتقان:١/١٣٧) حضرت عبداللہ بن عمرو کی روایت ہے" لا يفقهُ مَنْ قرء القرآنَ فى اقلِّ من ثلثٍ(التبيان)

ہَذْ رَمۃٌ کے معنیٰ ''کثرۃ الکلام''اور''السرعۃ فی القرأۃ والکلام والمشی'' ہے،جیسے ابن عباس سے منقول ہے:''لكن اقرأ القرآنَ فى ثلثٍ احبُّ اِلىَّ مِنْ أنْ اقرءه فى ليلة هذرمةً"(لسان العرب،١٥/٦٦)

بعض صحابہ ایک ہفتہ میں قرآن ختم فرماتے تھے۔اور تین دن سے کم میں ختم کرنے کو ناپسند کرتے تھے۔"عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللّهِ صَلَّى اللّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : اقْرَإِ الْقُرْآنَ فِي شَهْرٍ، قُلْتُ : اِنِّى أجِدُ قُوّةً حَتى قَالَ: فَاقْرَأْهُ فِي سَبْعٍ وَلَا تَزِدْ عَلَى ذَلِكَ "(رواه البخارى ومسلم) وعَنْ عَبْدِ اللَّه يَعْنِى ابْنَ عَمْرٍو قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) لَا يَفْقَهُ مَنْ قَرَءَ الْقُرْآنَ فِى أَقَلَّ مِنْ ثَلَاثٍ "(رواه الترمذى وابو داود وابن ماجة) وعن ابن مسعود رضى الله عنه قال : " اقرؤوا القرآن فى سبع ، ولا تقرؤوه فى أقل من ثلاث "(رواه سعيد بن منصور فى " سننه باسناد صحيح)وعن معاذ بن جبل رضى الله عنه انه كان يكره أن يقرء القرآن فى أقل من ثلاث"(رواه ابو عبَيد فى "فضائل القرآن")

تین دن سے کم میں ختم قرآن کی ممانعت دوام پہ محمول ہے۔اماکن مخصوصہ (حرمین طیبین آفاقی کے لئے) اور ازمنہ مخصوصہ (رمضان وشب قدر وغیرہ) میں تین دن سے کم میں ختم قرآن بھی مستحب ہے اور اصحاب رسول کے عمل سے ثابت ہے۔(لطائف المعارف/۱۷۱) چونکہ دیگر صحابہ کرام کا عمل ایک رات میں ختم کرنے کا بھی رہا ہے۔اس لئے جمہور علماء کے یہاں کثرت تلاوت مستحب عمل قرار پایا"يُستحبُّ الاكثارُ مِنْ قرأةِ القرآن وتلاوتِه"(اتقان) امام نووی تحریر فرماتے ہیں:قال النووى فى الاذكار :(فصل) : ينبغى ان يحافظ على تلاوته ليلاً و نهاراً، سفراً و حضراً ، و قد كانت للسلف رضى اللّٰه عنهم عادات مختلفة فى القدر الذى يختمون فيه ، فكان جماعةٌ منهم يختمون فى كل شهرين ختمة ، و آخرون فى كل شهر ختمة ، و آخرون فى كل عشر ليال ختمة ، و آخرون فى كل ثمان ليالٍ ختمة ، و آخرون فى كل سبع ليالٍ ختمة ، و هذا فعل الاكثرين من السلف ، و آخرون فى كل ستّ ليال ، و آخرون فى خمس ، و آخرون فى اربع ، و كثيرون فى كل ثلاث ، و كان كثيرون يختمون فى كل يوم و ليلة ختمة ، و ختم جماعة فى كل يوم و ليلة ختمتين،و آخرون فى كل يوم و ليلةثلاث ختمات ، و ختم بعضهم فى اليوم و الليلة ثمانى ختمات: اربعاً فى الليل ، و اربعاً فى النهار: و ممّن ختم اربعاً فى الليل و اربعاً فى النهار السيد الجليل ابن الكاتب الصوفى رضى اللّٰه عنه ، و هذا اكثر ما بلغنا فى اليوم و الليلة ،و روى السيد الجليل أحمد الدورقى باسناده عن منصور بن زاذان بن عباد التابعى رضى اللّٰه عنه انه كان يختم القرآن ما بين الظهر و العصر ، و يختمه ايضاً فيما بين المغرب و العشاء، و يختمه فيما بين المغرب و العشاء فى رمضان ختمتين و شيئاً ، و كانوا يؤخرون العشاء فى رمضان الى ان يمضى ربع الليل ،و روى ابن ابى داود باسناده الصحيح انّ مجاهداً رحمه الله كان يختم القرآن فى رمضان فيما بين المغرب و العشاء و أما الذين ختموا القرآن فى ركعة فلا يُحصون لكثرتهم ، فمنهم"عثمان بن عفان"، و"تميم الدّارى" ، و "سعيد بن جبير"(الاذكار للنووى /١٠٢)

کثرت تلاوت کا عمل اسلاف میں:

تاریخی روایات اس قسم کے واقعات سے بھرے پڑے ہیں کہ صحابہ وتابعین واسلاف کرام کی زندگیاں تلاوت قرآن کے مشغلے سے لبریز ہیں۔چنانچہ اسود بن یزید غیر رمضان میں چھ دنوں میں جبکہ رمضان میں دو راتوں میں قرآن ختم کرتے تھے۔(سیر اعلام النبلاء للذہبی:۴/ ۱۵) سعید بن جبیر رمضان میں عشاء آخر وقت میں پڑھتے اور مغرب وعشاء کے بیچ وہ ایک ختم قرآن کرلیا کرتے تھے(ذہبی۴/۴۲۳) اور اسی کتاب کے صفحہ ۵۲۳ پر ان کا عمل دو راتوں میں ایک ختم کرنے کا بھی درج ہے۔سلام بن ابی مطیع کا بیان ہے کہ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ عموماً سات یوم میں ختم قرآن فرماتے جبکہ رمضان میں ہر تین دن میں اور اخیر عشرہ کی ہر ایک رات میں قرآن ختم فرماتے تھے۔(ذہبی۵/۶۷۲)

منصور بن زاذان صبح سے عصر تک میں ایک ختم اور چاشت نماز میں ایک ختم،اس طرح دن میں دو ختم قرآن فرما لیتے تھے۔(سیر ذہبی۵/۲۴۴) ہشام بن حسان مغرب وعشاء کے بیچ ایک ختم قرآن فرما لیتے تھے۔(سیر ذہبی۵/۲۴۴)

ابن شبرمہ کا بیان ہے:''حضرت کرز کو اللہ نے اسم اعظم کا علم عطا فرمایا جس کی بدولت وہ دن رات میں تین ختم قرآن فرما لیتے تھے)(ذہبی۶/ ۵۸) عطاء بن سائب ہر رات ایک ختم قرآن فرماتے تھے۔(ذہبی۶/۲۱۱) ابوبکر بن عیاش چالیس سالوں تک ہر رات ایک ختم قرآن فرماتے تھے)۸/ ۳۰۵) یحی بن سعید قطان روزانہ ایک ختم قرآن کرکے ایک ہزار انسانوں کو ایصال ثواب کرتے تھے۔(ذہبی۹/۱۷۸) امام شافعی رمضان میں نمازوں میں ۶۰رقرآن ختم فرماتے۔(ذہبی۱۰/ ۳۸) ابن عمار ہر تین روز میں قرآن ختم کرتے۔(ذہبی۱۱/۱۶۶) بقی بن مخلد رات میں نوافل کی ۱۳ررکعتوں میں ختم قرآن کرتے۔(ذہبی۳/ ۲۹۸) ابو العاص بن شادل روزانہ ختم قرآن کرتے۔(ذہبی۱۴/۲۶۳) شیخ المالکیہ محمد بن عبد اللہ ابو الولید کھڑے کھڑے روزانہ ایک ختم قرآن فرما لیتے (ذہبی ۱۷/۵۸۶) امام نووی شرح مسلم میں لکھتے ہیں:ابوبکر بن عیاش نے اپنے کمرہ میں پوری زندگی میں ۲۴ر ہزار قرآن کا ختم فرمایا۔(شرح مسلم للنووی ۱/ ۷۹) امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے متعلق بھی ہزاروں ختم قرآن کرنا ثابت ہے۔جس جگہ امام صاحب کا انتقال ہوا صرف وہاں وہ سات ہزار ختم قرآن فرما چکے تھے۔بقیہ جگہوں کے ختم علیحدہ ہیں۔(تاریخ بغداد للخطیب ۱۵/۴۸۴)

بغیر فہم کے قرآت قرآن باعث اجر کیوں؟:

طور سینا کی مقدس وادی میں خوش قسمت مبارک درخت کے ذریعہ حضرت موسی کو کلام الٰہی سنایا گیا۔جو لوگ قرآن مجید پڑھتے ہیں ان کے نصیبہ میں شجرہ موسوی کا یہ شرف آتا ہے،حصول سعادت کے لئے نہ وہاں فہم معانی ضروری تھا اور نہ یہاں۔قرآن پاک کوئی قانونی یا اخلاقی وطبی کتاب نہیں کہ اس کی مراد سمجھے بغیر پڑھنا فضول ہوجائے! دنیا کی تمام کتابوں میں یہ قرآن ہی کا امتیاز ہے کہ اسے سمجھے بغیر پڑھنا بھی نفع سے خالی نہیں،بلکہ یہ بھی مستقل عبادت ہے،اس لئے کہ اللہ کے ساتھ محبت وعبدیت کے تعلق کو ظاہر کرنے والا یہ عمل ہے۔ہاں کمال نفع اور کما حقہ استفادہ کے لئے کلام کا فہم وتدبر بھی ضروری ہے لیکن رب کی خوشنودی اسی پر موقوف نہیں۔اگر تدبر ہی ضروری ہوتا تو نماز میں چار بار سورہ فاتحہ پڑھنے کا حکم نہ ہوتا کیونکہ تدبر کے لئے ایک مرتبہ پڑھنا ہی کافی ہے!

علامہ سیوطی لکھتے ہیں کہ:"مَن قرأ حرفا من كتاب اللّٰه فله حسنةٌ والحسنة بعشر امثالِها لا أقول الم حرفٌ بل الفٌ حرفٌ، ولام حرفٌ، وميم حرفٌ۔(ترمذی) یعنی کتاب اللہ کے ہر حرف کے پڑھنے پر کم از کم دس نیکیاں ملنے والی حدیث میں بطور مثال جس حرف ''الم'' کو ذکر کیا گیا ہے،وہ مسمّیٰ نہیں؛بلکہ اسم ہے یعنی ہر حرف کو الگ الگ اس کے نام سے پڑھا جاتا ہے اور اس طرح کے حروف چند سورتوں کے شروع میں ہیں جنھیں ''حروف مقطعات'' کہتے ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر حرف پر دس نیکیوں کے حصول کی مثال ایسے حرف سے دی جس کے معنی اور مراد آج تک کسی امتی کو معلوم نہ ہوسکے اور نہ کسی حکیم وفلسفی کو اس کا سراغ لگ سکا اور نہ ہی قیامت تک کوئی اسے سمجھ سکتا ہے،حتیٰ کہ مختار قول کے مطابق نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اس کی حقیقت کا علم نہیں دیا گیا۔(اتقان۲/۱۱) یہ نبوی تمثیل یہ بتا دینے کے لئے کافی ہے کہ فہم معانی کے ساتھ ترتیلاً قرآن پڑھنا اگرچہ افضل واولیٰ ہے تاہم جہت عبادت کا تحقق اس پہ موقوف نہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی ابتدائی ذمہ داری صحابہ وصحابیات کو قرآن پڑھانا تھی۔آپ قرآن پڑھتے بھی تھے پڑھاتے بھی تھے۔جبریل کا دور سنتے اور خود انہیں سناتے بھی تھے،رمضان میں یہ تعداد دگنی ہوجاتی۔صحابہ کو بھی یاد کرواتے،رٹواتے اور پھر بعض صحابہ سے از خود قرآن سنتے تھے۔اس یاد کرنے؛دور سننے،سنانے،رٹنے اور رٹوانے کے عمل میں غور وتدبر قطعی نہیں ہوتا،چونکہ یہ عمل ایک عظیم ترین اسلامی ضرورت کی تکمیل یعنی سینوں میں قرآن محفوظ کرنے کا ایک ذریعہ ہے اس لئے یہ بذات خود نفع بخش اور عبادت مقصودہ ہے۔

اگر قرآن کے معانی کا سمجھنا ہی لازم ومقصود ہوتا تو قرآن میں آیات متشابہات کو کیوں شامل کیا گیا؟ جن کے معانی وتاویل اللہ اور راسخین فی العلم کے سوا کوئی نہیں جانتا،ان آیات کے معانی کے پیچھے پڑنے والے کو قرآن نے فتنہ پرور کیوں کہا؟ الغرض صحت کے ساتھ بغیر سمجھے قرآن پڑھنا مستقل عبادت ہے اور مقصود ہے۔احادیث نبویہ اور اجلاء صحابہ سے اس کا عملی توارث وثبوت موجود ہے۔ہاں غور وتدبر کے ساتھ پڑھنا اولیٰ وافضل ضرور ہے! کثرت تلاوت کو ضیاع وقت اور فضول شغل کہنا مستشرقین کی گمراہ کن ریشہ دوانی ہے جس کے پس پردہ عزائم لوگوں کو قرآن سے دور کرنا ہیں۔واللہ اعلم بالصواب

بقیہ نقوش تاباں......... بہار میں عالم شعراء کی تعداد کم ہے،ایک کا اضافہ بھی ہوگا،پھر ہم بھی نقد ونظر کے باب میں چل میرے خامے بسم اللہ کہہ کر آگے آئیں گے،مولانا کی موجودہ غزل فکری طور سے اچھی ہے،فن کے اعتبار سے جائزہ تو صاحب فن لیں گے،کتاب کا نام ''نقوش تاباں'' ظہیر صدیقی کے ایک مصرعہ ''بزم خوباں میں منور ہیں نقوش تاباں'' سے مستعار ہے،یاد آتا ہے کہ اس نام سے کسی صاحب کی کتاب پہلے سے مارکیٹ میں ہے،اگر ایسا ہے تو بھی نام کی یکسانیت سے کتاب کی معنویت پر کیا فرق پڑتا ہے۔

میں اس اہم کتاب کی تالیف وتصنیف پر مولانا محمد عالم قاسمی کو مبارکباد دیتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ ان کی دوسری کتابوں کی طرح یہ کتاب بھی مقبول ہوگی اور قارئین کے ذوق مطالعہ کی تسکین کا سامان فراہم دے گی۔

عید کا چاند

غزہ شوال! اے نور نگاہ روزہ دار
آ! کہ تھے تیرے لیے مسلم سراپا انتظار

تیری پیشانی پہ تحریر پیام عید ہے
شام تیری کیا ہے صبح عیش کی تمہید ہے

(علامہ اقبال)

\MD ASADULLAH\Downloads\Naqeeb 11-6-2018.inp 16-06-2018 00:09 PAGE 11 (1,1)

صدقۂ فطر کے دینی و دنیاوی مصالح

محمد رضاء اللہ قاسمی

صدقہ کے معنی ومفہوم میں بڑی عمومیت وجامعیت ہے، صدقہ ہر وہ عطیہ ہے، جو بلا معاوضہ رب کائنات کی رضا وخوشنودی کے لیے دیا جائے، یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر نیک کام کو صدقہ قرار دیا ہے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ تمہارا اپنے بھائی سے مسکرا کر ملنا صدقہ ہے، بھلائی کی باتوں کا بتانا صدقہ ہے، برائی سے روکنا صدقہ ہے، راستہ سے تکلیف دہ چیز کا ہٹانا صدقہ ہے، اپنے ڈول کے پانی کو اپنے بھائی کے ڈول میں اونڈھیل دینا صدقہ ہے، (ترمذی) صدقہ کے سلسلہ میں روایتوں میں آتا ہے کہ یہ غضب الٰہی کو ٹھنڈا کرنے کا ذریعہ اور بُری موت سے نجات دلانے کا وسیلہ ہے، (ترمذی) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما راوی ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جس بندے نے کسی مسلم کو کپڑا پہنایا وہ یقیناً اس وقت تک اللہ کے حفظ وامان میں رہے گا، جب تک کہ اس کے جسم پر اس کپڑے میں سے کچھ بھی باقی رہے گا۔ (مسند احمد) حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ صدقہ کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چند در چند، یعنی جتنا کوئی اللہ تعالیٰ کی راہ میں صدقہ کرے، اس کا کئی گنا اس کو ملے گا اور اللہ کے ہاں بہت ہے۔ (مسند احمد)

صدقات کی دو قسمیں ہیں، ایک واجب اور دوسرا نفل۔ صدقہ واجبہ میں صدقۃ الفطر، روزہ توڑنے کا صدقہ، روزہ اور نماز کا فدیہ، قتل، قسم، ظہار کے کفارات، حج اور احرام کی ممنوعات پر واجب ہونے والی قربانی یا صدقہ، نذر ومنت کے ذریعہ واجب کی جانے والی اشیاء، لقطہ یعنی گری پڑی چیز مل جائے اس کا صدقہ شامل ہے، زکوٰۃ وصدقات واجبہ نیز واجب حقوق وواجبات کے علاوہ جو کچھ بھی خرچ کرے، وہ صدقہ نافلہ ہے۔ صدقہ واجبہ کی حدیں اور مقدار شریعت میں مقرر ہے، جبکہ صدقات نافلہ کی کوئی حد یا مقدار مقرر نہیں ہے، جب چاہے، جس وقت چاہے، جتنا چاہے، دے سکتا ہے، اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے کہ ضرورت سے جو کچھ بچ جائے، خرچ کرے۔ (سورہ بقرہ:۲۱۹) لیکن اس میں بھی اعتدال اور میانہ روی اختیار کرنا شریعت کے مزاج میں داخل ہے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بہترین صدقہ وہ ہے، جو ضرورت سے بچے رہنے پر دیا جائے۔ (بخاری) ایک دوسری جگہ ارشاد ہے کہ پہلے اپنے آپ پر خرچ کرو، پھر اہل وعیال پر، پھر قرابت داروں پر اور اگر اس کے بعد بھی بچ جائے تو دوسروں پر خرچ کرو، (مسلم) اقرباء پر خرچ کرنے کی سب سے زیادہ فضیلت ہے؛ کیوں کہ اس میں صلہ رحمی کے ساتھ صدقہ کا بھی ثواب ملتا ہے، تمام مہینوں میں رمضان المبارک کی فضیلت زیادہ ہے، اس ماہ میں عبادتوں کا کئی گنا بڑھا دیئے جاتے ہیں؛ اس لیے رمضان المبارک میں نفلی صدقات کی کثرت ہونی چاہیے۔

صدقۃ الفطر: عید الفطر کے روز ایک متعین مقدار محتاجوں اور ضرورت مندوں کو دینا صدقۃ الفطر کہلاتا ہے، یہ مسلمانوں کی عملی زندگی کا ایسا مسئلہ ہے جو زکوٰۃ ہی کی طرح لازمی اور عمومیت کا حامل ہے؛ کیوں کہ بسا اوقات مسلمانوں کے زیادہ افراد پر زکوٰۃ فرض نہیں ہوتا ہے، جبکہ ان پر صدقہ فطر واجب ہو جاتا ہے، اس لحاظ سے صدقۃ الفطر میں زکوٰۃ کی بہ نسبت زیادہ عمومیت ہے۔

اس کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منادی کے ذریعہ مکہ کی گلیوں اور محلوں میں اعلان کرواتے تھے کہ صدقۂ فطر مرد وعورت دونوں پر واجب ہے۔

دینی ودنیاوی مصالح: انسان روزہ کا کتنا ہی اہتمام کیوں نہ کر لے، کوتاہی سے بچ نہیں سکتا ہے؛ اس لیے رمضان المبارک کے اختتام پر صدقۃ الفطر کے نام سے روزہ کا زکوٰۃ علیحدہ طور پر واجب قرار دی گئی، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقۂ فطر کو واجب قرار دیا و روزہ دار کے لیے لغو اور بے حیائی کی باتوں سے پاکیزگی کا ذریعہ ہے اور مسکینوں کے لیے کھانے کا انتظام ہے، جو شخص اسے عید کی نماز سے پہلے ادا کرے تو یہ مقبول زکوٰۃ ہوگی اور جو اسے نماز کے بعد کرے تو یہ عام صدقات میں سے ایک صدقہ ہے۔ (ابوداؤد) معلوم ہوا ہے کہ صدقۂ فطر روزوں کی کوتاہیوں کی تلافی اور مسکینوں کے لیے عید کے دن کھانے کا انتظام ہے؛ تاکہ وہ بھی اس روز لوگوں کی خوشیوں میں شریک ہو سکیں۔ ساتھ ہی صدقۂ فطر کے جمع وصرف کا عید کے دن جو مظاہرہ ہوگا، اس سے اسلامی جمعیت، اسلامی حمیت اور اس کی اخلاقی شوکت کا اظہار ہوگا اور اس کا اثر غیروں کے قلوب پر بھی پڑے گا۔

صدقۂ فطر کا وجوب: (۱) صدقۂ فطر ہر ایسے مسلمان مرد وعورت پر واجب ہے جو عید کے روز مالک نصاب ہو؛ یعنی خوائج اصلیہ اور قرض سے فارغ، کم سے کم ایک نصاب کی مالیت اس روز اس کے پاس موجود ہو؛ یعنی کم از کم پچیس ہزار روپے کی مالیت اس روز اس کے پاس ہو، مگر وہ رہنے کے مکان، کاشت کے ہل بیل، جہاد کے ہتھیار و گھوڑے، ملبوسی کپڑے، استعمال کے برتن کے علاوہ ہو؛ کیوں کہ یہ سب حوائج اصلیہ میں داخل ہیں۔ واضح رہے کہ اس مال پر سال گذرنا اور مال کا تجارتی ہونا شرط نہیں ہے۔

(۲) صدقۂ فطر اپنی طرف سے ادا کرنا واجب ہے، خواہ مقیم ہو یا مسافر، عید الفطر کے دن وہ مسافر جہاں ہو، وہیں کی قیمت لگا کر صدقۃ الفطر ادا کرے۔ صدقۃ الفطر کے وجوب کے لیے روزہ ضروری نہیں ہے؛ اس لیے عذر یا بلا عذر روزہ نہ رکھنے والے پر صدقہ واجب ہے۔

(۳) نابالغ اولاد کی طرف سے واجب ہے۔

(۴) بالغ اولاد کی طرف سے جبکہ وہ فقیر ہوں۔

(۵) نابالغ اولاد اگر مالدار ہوں تو ان کے مال سے ادا کیا جائے گا اور اس صورت میں ماں باپ پر صدقہ کرنا واجب نہیں ہے، اگر ادا کریں تو احسان ہوگا۔

(۶) بیوی کی طرف سے بھی صدقہ کرنا واجب نہیں ہے؛ لیکن شوہر ادا کر دے تو جائز ہے۔

وجوب کا وقت: عید الفطر کے روز صبح صادق طلوع ہو جانے کے بعد واجب ہوتا ہے، لہٰذا جو شخص طلوع سے قبل مر جائے یا فقیر ہو جائے، اس پر واجب نہیں ہے، اسی طرح جو شخص بعد طلوع فجر کے اسلام لائے یا مال پا جائے، یا جو لڑکا یا لڑکی طلوع کے بعد پیدا ہو اس پر بھی صدقہ واجب نہیں، ہاں جو طلوع سے پہلے پیدا ہو، یا جو طلوع سے پہلے اسلام لائے یا مال پا جائے، اس پر واجب ہے۔ واضح رہے کہ صدقۃ الفطر واجب ہو جانے کے بعد ساقط نہیں ہوتا ہے، اس کا دینا ہر حال میں واجب رہے گا، اگر وہ ادائیگی سے قبل ہی مر جائے تو اب ان کے ترکہ سے نہیں لیا جائے گا، بلکہ ورثاء کو اختیار ہوگا، اگر تبرعاً ادا کر دیں تو جائز ہے اور اگر ادا نہ کرے تو ان کو مجبور نہیں کیا جائے گا۔

جنس اور مقدار: صدقۃ الفطر چار قسم کی چیزوں گیہوں، جو، چھوہارا یا منقی میں سے ادا کرنا واجب ہے، صدقۃ الفطر میں گیہوں کا آدھا صاع اور جو، کھجور یا منقی کا ایک صاع ہر شخص کی طرف سے ہونا چاہیے۔ گیہوں اور جو کے آٹے اور ستو کا وہی حکم ہے جو خود ان کا ہے، مذکورہ اشیاء کو فقہ کی اصطلاح میں اشیاء منصوبہ سے تعبیر کیا جاتا ہے، اگر مذکورہ چار چیزوں کے علاوہ دوسری جنس مثلاً: چاول، مکئی، باجرہ، جوار وغیرہ سے ادا کیا جائے تو اشیاء منصوبہ مذکورہ میں سے کسی ایک چیز کی قیمت کے برابر ہونا چاہیے؛ یعنی نصف صاع گیہوں کی قیمت، ایک صاع جو کی قیمت کے برابر ہو اور اگر وہاں گیہوں اور جو نہ ہوتے ہوں تو وہاں سے قریب کی جگہ جہاں گیہوں ہوتے ہوں، وہاں کی قیمت کا اعتبار ہوگا، اگر نقد دینا چاہے تو اختیار ہے جس کی قیمت چاہے دے، خواہ نصف گیہوں کی یا ایک صاع جو، چھوہارا یا منقی کی۔ اگر کسی کے پاس ایک قسم کی چیز پوری نہ ہو؛ یعنی گیہوں نصف صاع ہو اور نہ جو وغیرہ ایک صاع ہو تو اس کو اختیار ہے کہ دو قسموں کو ملا کر مقدار واجب کو پورا کر دے، مثلاً نصف صاع جو دے اور نصف صاع چھوہارا، یا نصف صاع جو دے اور چوتھائی صاع گیہوں۔ اگر زمانہ سستی کا ہو تو نقد دینا بہتر اور گرانی کا ہو تو کھانے کی چیزوں کا دینا افضل ہے۔

صدقۃ الفطر کی مقدار نصف صاع گیہوں ہے، اس کا وزن تولہ کے حساب سے 135؍تولہ ہے، بارہ ماشہ کا ایک تولہ، گیارہ (11) گرام چھ سو چونسٹھ (664) ملی گرام ہوتا ہے، موجودہ دور میں نصف صاع کا وزن ایک کیلو پانچ سو چوہتر (1574) گرام، چھ سو چالیس (640) ملی گرام ہوتا ہے اور یہی صدقۃ الفطر کی حقیقی مقدار ہے۔ (ایضاح المسائل:۹۸) فتاویٰ دار العلوم دیوبند (۳۶۳؍۴) میں ایک کیلو چھ سو تینتیس گرام (1633) گیہوں اور فتاویٰ امارت شرعیہ (۱۳۸؍۳) میں ایک کیلو چھ سو بانوے گرام (1692) گیہوں کی صراحت درج ہے، مولانا عبد الصمد رحمانی رحمۃ اللہ علیہ کتاب العشر والزکوٰۃ میں لکھتے ہیں کہ ہماری اور ایک کثیر جماعت محققین کی تحقیق یہ ہے کہ ایک صاع تین کیلو تین سو چوراسی گرام ہے، پس واجب ہے کہ کم از کم اسی حساب سے فطرہ دیا جائے اور احتیاط کی بنا پر زیادہ جس قدر بھی دیا جائے، ثواب ہی ہوگا، گناہ تو ہوگا نہیں۔ (کتاب العشر والزکوٰۃ:۳۱۵)

مصارف: صدقۂ فطر کے مصارف وہی ہیں، جو زکوٰۃ کے مصارف ہیں؛ اس لیے ضروری ہے کہ غیر مستحق کو نہ دیا جائے، اگر دیا گیا تو واجب سے بریٔ الذمہ نہیں ہوگا، ادائیگی کا ایک طریقہ یہ ہے کہ اپنا مکمل فطرہ ایک ضرورت مند شخص کو دے دے، یہ صورت بالاتفاق جائز ہے، اگر ایک آدمی اپنا صدقہ فطر ایک سے زیادہ لوگوں پر تقسیم کر دے تو اس سلسلہ میں اختلاف ہے؛ اکثر علماء کی رائے ہے کہ یہ صورت بھی درست ہے، اس احتیاط کا تقاضہ ہے کہ آدمی ایک ضرورت مند کو اپنا پورا صدقہ دے دے؛ تاکہ اس کی ضرورت پوری ہو جائے اور وہ دوسرے کے صدقہ کا محتاج نہ بنا رہے۔

صدقۂ فطر اور اس کا نظم وانتظام: احادیث وآثار سے معلوم ہوتا ہے کہ صدقہ فطر کے جمع اور تقسیم کا قرون اولیٰ میں خاص نظم تھا اور موجودہ زمانہ کی طرح بے ترتیبی اور بے نظمی نہ تھی۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ اپنے استاد حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، وہ حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنے صدقۂ فطر کو دو یا تین دن قبل ہی اس شخص کے پاس بھیج دیتے تھے، جس کے پاس صدقۂ فطر جمع کیا جاتا تھا۔ (موطأ امام محمد، باب صدقۃ الفطر) ابن خزیمہ کی روایت میں ہے کہ حضرت ایوب نے حضرت نافع سے پوچھا کہ حضرت عبداللہ بن عمر صدقۂ فطر کب نکالتے تھے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ جب عامل جمع کرنے کے لیے بیٹھ جاتا، پھر میں نے پوچھا کہ عامل کب بیٹھتا تھا؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ یوم عید سے ایک دن یا دو دن پہلے۔ (صحیح ابن خزیمہ، باب ذکر دلیل ثان أن صدقۃ الفطر عن المملوک، حدیث نمبر:۲۳۹۷)

مذکورہ روایت سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور عہد صحابہ وتابعین میں فطرہ کو جمع کر کے تقسیم کرنے کا معمول تھا۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ صدقۂ فطر کے وجوب کا منشا عید الفطر کے روز کوئی بھوکا نہ رہے اور نماز عید سے قبل کچھ کھا پی لے، اس لیے بلحاظ تکمیل مقصد بہتر صورت یہ ہے کہ رمضان کے اندر ہی یا کم از کم علی الصباح نماز عید سے پہلے ہر شخص اور ہر گھر کا فطرہ ہر گاؤں ومحلّہ میں ایک جگہ جمع کیا جائے اور فقراء ومساکین اور اہل حاجت میں تقسیم کیا جائے، پھر اہل حاجت کو کم از کم ایک فطرہ کی مقدار رقم دی جائے، در بدر گھومنے والے اور بھیک مانگنے والے فقراء بہت زیادہ ایسے ہوتے ہیں جو مالدار غنی ہوتے ہیں، وہ پانے کے مستحق نہیں ہوتے ہیں، ان کے دینے میں غیر مصرف میں خرچ ہونے کا اندیشہ ہے؛ اس لیے احتیاط کا بھی تقاضہ ہے کہ صدقۂ فطر کے جمع وتقسیم کا نظام بنایا جائے، امارت شرعیہ کے ماتحت بیت المال کا نظام قائم ہے، جہاں اجتماعی جمع وتقسیم کا نظام ہے۔

Volume:56/66,Issue:24 Printed & Published by Sohail Ahmad Nadwi, Printed at Azimabad Printers, R.C.F./105, Ground Floor, B.H. Colony, Bhootnath Road, Kankarbagh, Patna-800026 and Published from Naqueeb Office Imarat Shariah, Phulwari Sharif, Patna-801505

LEADING URDU JOURNAL OF IMARAT-E-SHARIAH
BIHAR ORISSA JHARKHAND

THE **NAQUEEB** WEEKLY

PHULWARI SHARIF,PATNA 801505

SSPOS PATNA Regd.No.PT 14-6-18-20
R.N.I.N.Delhi,Regd No-4136/61

شام غم لیکن خبر دیتی ہے صبح عید کی
ظلمت شب میں نظر آئی کرن امید کی
(علامہ اقبال)

شام کی خانہ جنگی؛ ایک تجزیہ

مولانا ندیم الواجدی

خانہ جنگی کے شکار ملک شام میں معصوم شہریوں کی ہلاکت کا سلسلہ جاری ہے، گذشتہ ہفتے سے صدر بشارالاسد کی فوجیں روس اور ایران کی مدد سے غوطہ شرقیہ نامی علاقے پر لگاتار زمینی اور فضائی حملے کررہی ہیں، پورا علاقہ ملکی فضائیہ اور زمینی دستوں کے محاصرے میں ہے، ان حملوں میں اب تک پانچسو شہری ہلاک ہوچکے ہیں، ان میں ڈیڑھ سو کے قریب معصوم بچے بھی شامل ہیں، سوشل میڈیا پر مہلوک اور زخمی بچوں کی دل دہلا دینے والی تصویریں لگاتار وائرل ہورہی ہیں؛ لیکن پوری دنیا خاموش تماشائی بنی ہوئی ہے، بین الاقوامی برادری شام کی ظالم اور سفاک حکومت کو ان مظالم سے باز رکھنے میں پوری طرح ناکام ہے، اگرچہ زبانی مذمت کا سلسلہ جاری ہے، مگر عملی طور پر کوئی ٹھوس اقدام نہیں کیا جارہا ہے، اقوام متحدہ کے سکریٹری جنرل بڑے بے بس نظر آرہے ہیں، وہ صرف اتنا چاہتے ہیں کہ شام کے دونوں متحارب گروپ ایک ماہ کی جنگ بندی پر راضی ہوجائیں؛ تاکہ جنگ زدہ علاقوں میں امدادی سامان پہنچایا جاسکے، زخمیوں کی مرہم پٹی ہو اور مہلوکین کی صحیح تعداد معلوم ہوجائے۔

خبر ہے کہ سلامتی کونسل نے شام میں تیس دنوں کے لئے جنگ بندی کی تجویز اتفاقِ رائے سے منظور کرلی ہے، روس سے خدشہ تھا کہ اگر سلامتی کونسل میں اس نوعیت کی کوئی تجویز آتی ہے تو وہ اسے ویٹو کردے گا، اس خدشے کے پیش نظر کئی مرتبہ ووٹنگ ملتوی کی جاچکی تھی، یہ بھی خبر ہے کہ قرارداد کی منظوری کے باوجود فضائی بمباری کا سلسلہ جاری ہے، یہ اندیشہ ظاہر کیا جارہا ہے کہ بشار کی فوجیں جن کی پشت پر طاقت ور روس ہے کسی بھی قیمت پر جنگ بندی کے فیصلے کا احترام نہیں کریں گی اور ان کی طرف سے ''باغیوں'' اور ''دہشت گردوں'' کی سرکوبی کا سلسلہ اسی طرح جاری رہے گا۔

شام کئی سالوں سے خانہ جنگی کا شکار ہے، پورا ملک کھنڈرات میں تبدیل ہوچکا ہے، نصف کے قریب آبادی ترک وطن کرچکی ہے، ہزاروں افراد محفوظ مقامات تک پہنچنے کے لیے سمندروں میں سفر کرتے ہوئے غرقاب ہوچکے ہیں، تباہی اور بربادی کا یہ سلسلہ رک سکتا تھا اگر بڑی طاقتیں اپنی جنگ جو فطرت کی تسکین کے لئے اور اپنے ہتھیاروں کو ٹھکانے لگانے کی خاطر اس خطے کو جنگ کے میدان میں تبدیل نہ کرتیں۔

شام جسے عربی میں سوریا اور انگلش میں Syria کہتے ہیں، مشرق وسطی کا قدیم ترین ملک ہے، براعظم ایشیا کی آخری حدود پر واقع یہ ملک عرب جمہوریہ شام کہلاتا ہے، اس کے مغرب میں لبنان، جنوب مغرب میں فلسطین اور اسرائیل، جنوب میں اردن، مشرق میں عراق اور شمال میں ترکی واقع ہے، قدیم زمانے میں شام کا اطلاق اس پورے خطے پر ہوتا تھا جس میں اب سوریا، لبنان، اردن، فلسطین اور اسرائیل واقع ہیں، خلیفۂ اول حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ۱۳ھ میں حضرت خالد بن ولید کو حکم دیا تھا کہ وہ عراق سے فارغ ہوکر شام کا رخ کریں اس طرح فتوحات شام کا سلسلہ شروع ہوا جو ۱۴ھ میں اس وقت پایۂ تکمیل کو پہنچا، جب حضرت عمر بن الخطابؓ خلیفۃ المسلمین بن چکے تھے، اس سے پہلے یہاں بازنطینی حکومت قائم تھی، شام کا موجودہ دارالحکومت دمشق تقریباً اسی برس تک خلفاء بنوامیہ کا دارالخلافہ بھی رہا ہے، ویسے بھی یہ انبیاء کرام کی سرزمین ہے، اس کا چپہ چپہ پیغمبران خدا کے قدموں سے منور رہا ہے۔

ایک روایت کے مطابق جو حدیث کی متعدد کتابوں میں موجود ہے اور جسے فنی اصطلاح میں حدیث متواتر کہا جاتا ہے خروج دجال کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام دمشق کی جامع مسجد کے مشرقی مینار پر اتریں گے اور باب لُد پر جاکر دجال کو قتل کریں گے، یہ علاقہ پہلے متحدہ شام کا حصہ تھا اور اب اسرائیل میں ہے، اس واقعے سے پہلے حضرت امام مہدیؑ حجاز مقدس سے ہجرت کرکے دمشق میں آکر قیام کریں گے، اس کا ذکر بھی روایات میں ملتا ہے، حقیقت یہ ہے کہ سرزمینِ شام اور اس کے پایۂ تخت دمشق سے اسلام اور مسلمانوں کا محبت اور عقیدت کا رشتہ ہے، مشہور محدث اور مؤرخ حافظ ابن عساکر جنھوں نے اسّی جلدوں میں دمشق کی تاریخ لکھی ہے فرماتے ہیں کہ: ایک زمانے میں دس ہزار لوگ اس شہر میں ایسے موجود تھے جنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل کیا تھا، ذخیرۂ حدیث میں بہت سی ایسی روایات موجود ہیں جن میں شام کو بابرکت زمین کہا گیا ہے، حضرت زید بن ثابتؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: شام کتنی مبارک جگہ ہے، صحابۂ کرامؓ نے عرض کیا: وہ کیسے یارسول اللہ؟ فرمایا: میں اللہ کے فرشتوں کو دیکھتا ہوں کہ انھوں نے شام کے اوپر اپنے پر پھیلا دئے ہیں، (ترمذی، مسند احمد بن حنبل) ایک حدیث میں ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب فتنے رونما ہوں گے تو ایمان شام میں ہوگا۔ (طبرانی)

غیر منقسم ارض شام کی فضیلت کے لئے یہ بات کافی ہے کہ اس سرزمین پر مسجد اقصی ہے، جو مسلمانوں کا قبلۂ اول بھی ہے، آج کل شام کے شہر الغوطہ پر حملے ہورہے ہیں، اس شہر کے متعلق بھی سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک موجود ہے، فرمایا: خونریز جنگ کے دن مسلمانوں کی پناہ گاہ غوطہ ہوگا، جو اس شہر کے کنارے پر واقع ہے، جسے دمشق کہا جاتا ہے، یہ شام کے شہروں میں سے بہترین شہر ہے۔ (سنن ابی داؤد)

ملک شام ۶۳۶ء سے ۱۹۲۰ء تک مسلمانوں کے زیرنگیں رہا ہے، آخر میں سلطنت عثمانیہ کے تحت رہا، شریف مکہ نے برطانیہ کی شہہ پر خلافت عثمانیہ سے بغاوت کی، اوّلا وہاں ایک کٹھ پتلی سرکار قائم ہوئی، ۱۹۲۰ء میں فرانس نے اس پر قبضہ کرلیا اور اس عظیم الشان ملک کو چھ ریاستوں میں تقسیم کردیا، دوسری جنگ عظیم کے بعد فرانس کی طاقت کمزور پڑ گئی اور وہ یہ محسوس کرنے لگا کہ اب وہ شام پر اپنا قبضہ برقرار نہیں رکھ پائے گا، ان حالات میں اس نے یہ فیصلہ کیا کہ اسے ملک سے نکل جانا چاہیے، اس طرح ۱۹۴۶ء میں اس ملک کو فرانسیسی استعمار سے آزادی تو مل گئی لیکن وہاں عرصے تک کوئی مستحکم اور مضبوط حکومت قائم نہ ہوسکی، مختلف وقتوں میں کئی فوجی انقلاب آئے، کئی قومی حکومتیں بنیں، ۱۹۴۶ء سے ۱۹۵۶ء تک صرف دس برسوں میں یہاں بیس سے زیادہ حکومتیں قائم ہوئیں، چار سے زائد بار دستور بنا کر نافذ کئے گئے، اگلے چند برس بھی اسی اُتھل پتھل کی نذر ہوگئے، ۱۹۶۴ء میں حافظ امین برسراقتدار آئے، ان کی حکومت میں اگرچہ ہر طبقے کی نمائندگی تھی، مگر اصل اختیار فوج کو تھا، موجودہ صدر کے والد حافظ الاسد نے جو اس حکومت میں وزیر دفاع تھے، ۱۹۷۰ء میں فوجی بغاوت کرکے حکومت پر قبضہ کرلیا، ان کے اقتدار کی کل مدت تیس سال ہے، یہ شخص علوی نصیری تھا، اس فرقے کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہ مسلمانوں کا سب سے بڑا دشمن ہے اور اس کی تاریخ یہ رہی ہے کہ اس نے دشمنانِ اسلام کے ساتھ مل کر اسلام اور مسلمانوں کو سخت نقصان پہنچایا ہے، حافظ الاسد نے برسراقتدار آنے کے بعد سنی مسلمانوں کو کنارے لگادیا، فوج اور حکومت کے تمام بڑے عہدے نصیری فرقے کے لوگوں میں تقسیم کردئے، عملاً یہ ملک حافظ الاسد کی جاگیر بن گیا، جو بھی اس کے راستے میں آیا اس نے اسے حرف غلط کی طرح مٹادیا، اس نے بیس ہزار علماء اہل سنت کو یا تو قتل کرادیا یا جیلوں میں ڈلوادیا، ۱۹۸۲ء میں سنی مسلمانوں نے شام کے شہر حماۃ میں حافظ الاسد کے ظلم وبربریت کے خلاف علم بغاوت بلند کیا جسے فوجی طاقت کے بل پر کچل دیا گیا، دس ہزار لوگ مارے گئے، پورا شہر کھنڈر میں تبدیل کردیا گیا، ۲۰۰۰ء میں حافظ الاسد کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا بشارالاسد حکمراں بنا، یہ بھی اپنے باپ کے نقش قدم پر ہے، شیعہ نواز، سنیوں کا مخالف، ظالم اور جابر حکمراں کی حیثیت سے وہ اپنے باپ سے بھی دوچار قدم کچھ آگے ہی ہے۔

پانچ سال قبل عالم عرب میں بہار عرب کے عنوان سے تبدیلی کی جو لہر چلی تھی اس کا اثر اس ملک میں بھی محسوس کیا گیا، فروری ۲۰۱۱ء میں لوگ سڑکوں پر نکل آئے، وہ چالیس سال سے زیادہ لگی ایمرجنسی اور اس کے نتیجے میں ڈھائے جانے والے مظالم کے خلاف احتجاج کررہے تھے، بشارالاسد کی فوجوں نے ان پُرامن مظاہرین پر توپ کے دہانے کھول دئے، اس طرح حالات بگڑے اور بگڑتے چلے گئے، پورا ملک خانہ جنگی کا شکار ہوگیا، کئی تنظیمیں وجود میں آئیں، جو یہ طے کئے ہوئے ہیں کہ بشارالاسد کو ہٹا کر دم لیں گی، فوج بھی منقسم ہوگئی، پانچ سال کی اس مدت میں ڈھائی لاکھ سے زیادہ لوگ مارے گئے ہیں، لاکھوں لوگ نقل مکانی کرکے ترکی، لبنان اور دوسرے ملکوں میں پناہ گزین کی حیثیت سے رہنے پر مجبور ہیں، آج بھی ایک کروڑ اسی لاکھ سے زیادہ لوگ اس جنگ زدہ ملک میں موجود ہیں، جن میں بڑی تعداد شیعہ نصیریوں کی ہے، سنی مسلمان اول تو کم رہ گئے ہیں، جو ہیں وہ بشارالاسد کے بموں، توپوں اور گولیوں کے نشانے پر ہیں، ایک وقت ایسا بھی آیا، جس میں لگتا تھا کہ بشارالاسد بس اب جانے ہی والا ہے، مگر ۲۰۱۲ء میں ایران کی دہشت گرد تنظیم حزب اللہ بشارالاسد کی حمایت میں آگئی اور اس نے سرحدیں عبور کرکے سنی مسلمانوں کو نشانہ بنانا شروع کردیا، ستمبر ۲۰۱۳ء میں روس نے مداخلت شروع کی، اب صورت حال یہ ہے کہ بشارالاسد ایران اور روس کے ساتھ مل کر سنی آبادی کو نیست ونابود کرنا چاہتا ہے، دوسری طرف کچھ مسلم ممالک ہیں، جو امریکہ کی قیادت میں سنیوں کا کمزور دفاع کررہے ہیں، بہ ظاہر شام کی سرزمین پر امریکہ اور روس دونوں ایک دوسرے سے لڑ رہے ہیں؛ لیکن حقیقت یہ ہے کہ دونوں اس ملک کو تباہ وبرباد کرنے کے درپے ہیں، بین الاقوامی تجزیہ نگاروں کا کہنا ہے کہ اس جنگ میں روس اور ایران کامیابی کے ہدف تک پہنچنے والے ہیں، جب کہ امریکہ، سعودی عرب اور ترکی اپنے مقصد کے حصول میں ناکام ہیں، اس صورت حال پر نظر رکھنے والے مبصرین کا کہنا ہے کہ شام کی اس جنگ میں روس اور امریکہ حریف نہیں حلیف ہیں، جن کا واحد مقصد بشارالاسد کے اقتدار کو مستحکم کرنا اور سنی مسلمانوں کا اس خطے سے صفایا کرنا ہے، دونوں نے داعش اور دولت اسلامیہ کا ہوا کھڑا کر رکھا ہے جن کا کوئی زمینی وجود نہیں ہے، امریکہ اور روس دونوں فضائی حملے کررہے ہیں، بلکہ روس کے متعلق تو یہ بھی اطلاعات ہیں کہ روس نے ان حملوں میں کیمیائی ہتھیار بھی استعمال کئے ہیں، شام کی سرزمین ان دونوں عالمی طاقتوں کے لئے میدان جنگ بنی ہوئی ہے، نقصان ملک کا ہورہا ہے ملک کے معصوم عوام ہلاک ہورہے ہیں، ان کے مکانات، اسکول، ہسپتال، عبادت گاہیں مسمار ہورہی ہیں، گذشتہ ایک ہفتے میں روس کے بمبار طیاروں نے ایک سو بیس فضائی حملے کئے، اور غوطہ شہر کو تباہ کرکے رکھ دیا، ابھی تک پانچسو تک ہلاکتوں کی خبریں ہیں جن میں سے ڈیڑھ سو معصوم بچے بھی ہیں، فی الحال جنگ بندی کا ڈراما رچا گیا ہے، اب امدادی ٹیمیں علاقے میں جائیں گی، مہلوکین اور زخمیوں کی صحیح تعداد اسی وقت معلوم ہوگی۔ (بقیہ صفحہ ۹ / پر)